عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۵ | ۱۹ تا ۲۶ شوال المکرم ۱۴۴۷ھ مطابق ۸ تا ۱۵ اپریل ۲۰۲۶ء | شمارہ: ۱۴

حضرت نانوتویؒ اور ختمِ نبوتؐ

فِتنہ قادیانیت اور عُلماء کی ذِمّہ داریاں

انسانیت کے کام آنے کی ضرورت

مولانا محمد علی مونگیریؒ ۔۔۔ امتیازات و کمالات

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

کریڈٹ کارڈ کی شرعی حیثیت

س:......کریڈٹ کارڈ کی شرعی حیثیت کے بارے میں بتائیے کہ اس کو بنوانا، رکھنا، استعمال کرنا اور اس سے رقم وصول کرنا کیسا ہے؟ اور اگر کسی نے دانستہ یا غیر دانستہ بنوالیا ہے تو پھر اس کے بعد اس کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کارڈ کو بینک میں واپس کر دیا جائے اور اس کو ختم کر دیا جائے؟

ج:......واضح رہے کہ کریڈٹ کارڈ کے حصول کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ اگر مقررہ وقت پر رقم ادا نہیں کی تو کارڈ ہولڈر سود ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ اس شرط پر معاہدہ سود کی ادائیگی پر رضامندی کی دلیل ہے، جس طرح سود ادا کرنا جائز نہیں، اسی طرح اس کی ادائیگی پر رضامندی بھی جائز نہیں۔ لہٰذا کریڈٹ کارڈ بنوانا جائز نہیں۔ اگر لاعلمی میں بنوالیا ہو تو اسے بینک کے ذریعے کینسل بھی کیا جاسکتا ہے۔

ترکہ کے پلاٹ میں ورثاء کے حصے

س:...... میرے والد صاحب کا انتقال ۲۰۰۳ء میں ہوا۔ میرے والد صاحب کی دو بیویاں ہیں: (۱) زہرہ، (۲) فاطمہ۔ زہرہ کے سات بچے: تین بیٹیاں، چار بیٹے۔ جب کہ فاطمہ کی صرف تین بیٹیاں ہیں۔ زہرہ کی بیٹی بشریٰ کی وفات والد صاحب سے پہلے ۲۰۰۰ء میں ہوئی تھی، (ان کی اولاد تین بچے ہیں) اور ۲۰۰۷ء میں زہرہ کی وفات ہوئی اور ۲۰۲۲ء میں بیٹا شہزاد کی وفات ہوئی۔ (ان کی اولاد تین بچے ہیں) والد صاحب نے ایک پلاٹ ترکہ میں چھوڑا ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ ترکہ میں کس کا حق بنتا ہے اور کس کا نہیں؟ اور جن کا حق بنتا ہے تو شرعاً کتنا حق بنتا ہے؟

ج:......صورت مسؤلہ میں مرحوم کے ترکہ یعنی پلاٹ کے ایک سو چار حصے ہوں گے جس میں سے دونوں بیواؤں کو ۱۳ حصے ملیں گے، جس کا آدھا زہرہ اور آدھا فاطمہ کو ملے گا۔ اب چونکہ زہرہ کا بھی انتقال ہوگیا ہے تو اس کا حصہ اس کے بچوں کو ملے گا۔ لہٰذا زہرہ کے چاروں بیٹوں اور دو بیٹیوں کو ایک سو چار حصوں میں سے ہر ایک بیٹے کو ۱۵.۳۰ حصے اور ہر ایک بیٹی کو ۷.۶۵ حصے ملیں گے اور فاطمہ کو ۶.۵ اور اس کی ہر ایک بیٹی کو ۷، ۷ حصے ملیں گے۔

۱۰۴ کل حصے: مرحوم: بیواؤں: فاطمہ:۶.۵، زہرہ:۶.۵، بیٹا:۱۵.۳۰، بیٹا:۱۵.۳۰، بیٹا:۱۵.۳۰، بیٹا:۱۵.۳۰، بیٹی:۷.۶۵، بیٹی:۷.۶۵، بیٹی:۷، بیٹی:۷، بیٹی:۷۔

مذکورہ بالا تقسیم میں زہرہ کا حصہ اس کے بچوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے ان کا حصہ بڑھ گیا ہے۔ مذکورہ بالا ورثا میں سے ایک وارث شہزاد کا انتقال ہوگیا ہے تو اس کا حصہ اس کی بیوہ اور تینوں بچوں کو ملے گا۔ زہرہ کی بیٹی بشریٰ کا انتقال ماں، باپ سے پہلے ہی ہوگیا تھا، اس کو یا اس کے بچوں کو مرحوم کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ ہاں اگر ان کے لئے مرحوم نے کوئی وصیت کی ہو تو اس کے مطابق ان کو ملے گا، اگر وہ وصیت ایک تہائی کے اندر اندر ہو۔ واللہ اعلم بالصواب!

ہفت روزہ ختمِ نبوّۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۵ ۱۹ تا ۲۶ رشوال المکرم ۱۴۴۷ھ مطابق ۸ تا ۱۵/ اپریل ۲۰۲۶ء شمارہ:۱۴

سرپرست

حضرت مولانا حافظ محمد ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد میاںؒ....	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
فتنۂ قادیانیت اور علماء کی ذمہ داریاں	۷	مولانا انصاراللہ قاسمی
حضرت نانوتویؒ اور ختم نبوت	۱۱	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
انسانیت کے کام آنے کی ضرورت	۱۴	مولانا شمس الحق ندوی
قادیانیت! درحقیقت نبوت محمدی سے بغاوت	۱۶	مولانا نظام الدین قاسمی
چاند و سورج گرہن سے متعلق قادیانی دھوکا	۱۹	مولانا عبدالحکیم نعمانی
حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ....	۲۱	مولانا ڈاکٹر اشتیاق احمد قاسمی
تحریک ختم نبوت منزل بہ منزل (۱۵)	۲۴	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
قادیانی تحریک... تاریخی پس منظر	۲۶	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر

فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط: ۱۶۲ فصل:....۸ھ کے واقعات

۵۰:.... اس بت شکنی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ کعبہ مشرفہ کے اندر سے سارے بت نکال دیئے جائیں، جب بیت اللہ کو بتوں کی آلودگی سے پاک کردیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے۔

۵۱:.... کعبہ شریف کے اندر کفار نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہما السلام کی مورتیاں رکھی ہوئی تھیں اور ان کے ہاتھ میں قرعہ کے وہ تیر دے رکھے تھے جن کے ذریعے کفار تقسیم کیا کرتے تھے، اور اس کو ''اِستقسام بالا زلام'' کہا جاتا تھا، جب بیت اللہ شریف سے بت نکالے گئے تو یہ دونوں مورتیاں بھی نکالی گئیں، ان کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ، اَمَا وَ اللّٰهِ! لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّهُمَا لَمْ یَسْتَقْسِمَا بِالْاَزْلَامِ قَطُّ۔'' ترجمہ:.... ''اللہ تعالیٰ ان کافروں کا ناس کرے، بخدا! ان کو اچھی طرح علم تھا کہ ان دونوں بزرگوں نے کبھی ان تیروں کے ذریعے تقسیم کا عمل نہیں کیا۔''

۵۲:.... اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بتوں کے توڑنے کا حکم فرمایا، جو لوگوں نے گھروں میں رکھے ہوئے تھے۔

۵۳:.... اسی سال فتحِ مکہ کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرّمہ کے گرد وپیش کے علاقوں کے بتوں کو توڑنے اور غیر مسلم لوگوں سے جہاد کرنے کی خاطر سرایا بھیجے۔

۵۴:.... اسی سال فتحِ مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ بیت اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اَذان دیں، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی، اسی قسم کا واقعہ عمرۃ القضا میں بھی ہوا تھا۔

۵۵:.... اسی سال فتحِ مکہ کے اگلے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں بہت سے اَحکام بیان فرمائے، اور اس خطبے میں ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان وزمین کو پیدا فرمایا تھا اسی دن سے مکہ کو باحرمت بنایا، مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے حلال نہیں ہوا (کہ اس میں قتال کرے) اور میرے بعد بھی کسی کے لئے حلال نہیں ہوگا، پس آج کے بعد یہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس میں خونریزی کرے، اور نہ یہی جائز ہے کہ اس کے کسی درخت کو کاٹے۔'' اس خطبے میں بہت سی چیزیں ذکر فرمائی تھیں، جن کی تفصیل سیرتِ شامیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔

۵۶:.... اسی سال فتحِ مکہ کے دن اور یہ راجح قول کے مطابق جمعہ کا دن تھا، اور رمضان المبارک کی اُنیسویں تاریخ تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کا طواف کیا، اور ازدحام کی بنا پر ہر چکر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چھڑی سے حجرِ اَسوَد کا استلام کرتے تھے، یہ طواف عمرے کا نہیں، بلکہ طوافِ نفل تھا، جو بیت اللہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے کیا، کیونکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اِحرام نہیں تھا۔ طواف سے فارغ ہوکر مقامِ ابراہیم پر تشریف لائے اور وہاں دوگانہ طواف ادا کیا، پھر چاہِ زمزم پر تشریف لے گئے، زمزم نوش کیا اور اس سے وضو فرمایا۔ (جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ

آخرت کو سدھار گئے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا محمد میاں لودھراں میں ۲۰ مارچ ۲۰۲۶ء کو انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

بہاول پور سے آتے ہوئے جی۔ٹی روڈ پر لودھراں شہر کے آغاز پر مغرب کی طرف ایک نہری پانی کا نالہ جارہا ہے۔ اس کے کنارہ پر مغرب کی طرف سفر کریں تو تھوڑے فاصلہ پر نالہ سے چند ایکڑ ہٹ کر ایک آبادی کا نام ”تھلّی والہ“ ہے۔ یہاں پر آرائیں برادری کے کئی گھرانوں پر مشتمل آبادی میں جناب ملک محمد شفیع آرائیں متوسط طبقہ کے خوش لباس، خوش سیرت وخوش صورت زمیندار کے ہاں مولانا محمد میاں صاحب کی ۱۹۵۰ء میں پیدائش ہوئی۔

دارالعلوم دیوبند کے فاضل شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد اور شیخ التفسیر حضرت مولانا عبداللہ بہلوی کے خلیفہ مجاز، نامور دینی ومذہبی شخصیت، عالم ربانی حضرت مولانا سید بشیر احمد شاہ صاحب کاظمی جامعہ سراج العلوم لودھراں کے بانی ومہتمم کے ہاں تعلیم کے لیے نوعمر صاحبزادہ محمد میاں کو داخل کرادیا گیا۔ مولانا محمد میاں کی سعادت مندی ملاحظہ ہو کہ فارسی سے مشکوٰۃ شریف تک تمام تعلیم آپ نے مولانا سید بشیر احمد صاحب مرحوم کے ہاں ان کی سرپرستی اور نگرانی میں حاصل کی۔ مشکوٰۃ شریف کا امتحان پاس کرتے ہی جامعہ سراج العلوم لودھراں کے تین طالب علم مولوی قاری عبدالرب (رب نواز)، مولوی سید محمد عبداللہ لودھروی اور مولوی محمد میاں صاحب نے دورہ تفسیر پڑھنے کے لیے جمعیۃ علماء اسلام کے امیر مرکزیہ حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے ہاں جامعہ مخزن العلوم خان پور میں داخلہ لیا، یہاں اسی سال بلوچستان سے مولانا شمس الدین شہیدؒ، کبیر والا سے مولانا ظفر احمد قاسمؒ (بانی جامعہ خالد بن ولید، وہاڑی) جامعہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے استاذ الحدیث اور اس وقت جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث مولانا سیف الرحمٰن مہند، مولانا غلام رسول دریا خان اور فقیر راقم نے بھی دورہ تفسیر میں داخلہ لیا۔ یاد ایسے پڑتا ہے کہ مولانا شمس الدین شہیدؒ اور مولانا سیف الرحمٰن مہند کے علاوہ باقی ہم سب ایک ساتھ کمرہ میں رہتے تھے۔ یہ ۱۹۶۷ء کے شعبان اور رمضان المبارک کی بات ہے۔ اسی سال نئے تعلیمی سال کے آغاز شوال میں مولانا محمد میاں اور دیگر اس کلاس کے بہت سارے رفقاء نے دورہ حدیث کے لیے جامعہ مخزن العلوم کا انتخاب کیا۔

۱۹۶۸ء میں دورہ حدیث شریف مکمل کرنے کے بعد حضرت مولانا محمد میاں صاحب کی آپ کے مربی ومحسن استاذ مولانا سید محمد بشیر احمد کاظمیؒ نے اپنے مدرسہ سراج العلوم میں بطور مدرس کے تقرری کردی۔ مولانا محمد میاں صاحب نے اپنے استاذ محترم کی زیر نگرانی پڑھانا کیا شروع کیا کہ اپنی خداداد صلاحیتوں اور استاذ محترم کی سرپرستی سے تدریس کے ابتدائی چند سالوں میں رسوخ حاصل کرلیا۔ کچھ عرصہ بعد خدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ مولانا سید بشیر احمد شاہؒ وصال فرماگئے، تو مدرسہ سراج العلوم کا تمام انتظام واہتمام حضرت شاہ صاحب کی جگہ پر جامع مسجد اڈہ لودھراں کی خطابت سمیت متفقہ طور پر مولانا محمد میاں کے سپرد ہوگئیں۔ اس اعتبار سے مولانا محمد میاں خوش نصیب ہیں کہ اپنے استاذ محترم کے علمی جانشین اور لودھراں کی دینی قیادت کو آپ نے شایان شان طریقہ پر ساٹھ سال تک نبھایا اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ مثالی اور امتیازی آن بان کے ساتھ بام عروج پر لے گئے۔

مدرسہ سراج العلوم کی نئی تعمیر کرائی، عیدگاہ کی خوبصورت مسجد تعمیر کرائی، جامعہ کی دکانوں کو از سر نو دیدہ زیب بنایا۔ پھر وہ بھی وقت آیا کہ آپ مدرسہ کو جامعہ کے درجہ پر لے گئے۔ دورہ حدیث شریف کا آغاز ہوا۔ دورہ تفسیر کے سال میں ہم سبق ہونے کے باعث فقیر راقم کا آپ سے نیازمندانہ احترام کا محبت بھرا تعلق قائم رہا۔ دورہ حدیث شریف شروع کرنا چاہا فقیر راقم نے تجویز دی کہ باہر کے شیخ الحدیث کو لانے کی بجائے آپ خود ہی جامعہ کے اپنے اساتذہ پر دورہ حدیث کے اسباق تقسیم کریں۔ ابتداء میں کچھ تگ و دو نئے شیخ الحدیث کے لانے کے لیے کی ہوگی، لیکن عمل اس تجویز پر ہوا جو پہلے سے چل رہی تھی۔ یوں مولانا محمد میاں درجہ فارسی سے لے کر شیخ الحدیث کے منصب پر فائز المرام ہوتے نظر آتے ہیں۔

آپ نے اپنی ذاتی شرافت، علمی وقار، عملی متانت سے ایسے طور پر مقام حاصل کیا۔ پہلے تحصیل لودھراں پھر ضلع لودھراں میں بلاشرکت غیرے سرکاری اور عوامی حلقہ میں مذہبی رہنما کے منصب پر فائز ہوئے۔ جمعیۃ علماء اسلام لودھراں کے قائد کے طور پر آپ کی پہچان تھی۔ تمام ضلعی وڈویژنل افسران اور تمام سیاسی ضلع بھر کی قیادت کے دلوں پر احترام کا سکہ آپ کا چلتا تھا۔ ضلعی، ڈویژنل امن کمیٹی کے ممبر رہے۔ آپ ایسے دوراندیش، درویش منش، اجلی سیرت کے حامل عالم ربانی تھے کہ غریب سے غریب انسان سے لے کر بڑے سے بڑے زمیندار تک سبھی کے سرکاری دوائر و دفاتر میں آپ نے بے لوث خدمت خلق کا ریکارڈ قائم کیا۔ آپ سرکاری یا سیاسی جس شخصیت کو جو کہتے وہ مان لیا جاتا۔ اس لیے کہ مرحوم نے حق وسچ کا ساتھ دینے کے علاوہ کچھ سیکھا نہ تھا۔ ہر مظلوم کی مدد ونصرت سے خدمت خلق کا اپنے ضلع میں ریکارڈ قائم کردیا۔ ان کی وفات کے بعد مدتوں شاید کوئی اس خلا کو پُر نہ کرسکے۔ آپ بیک وقت عالم دین، ماہر استاذ، تمام فنون پر دسترس کے حامل، مہتمم ومنتظم، صاحب وصائب الرائے، مناظر وخطیب، مبلغ وداعی ایسی خوبصورت صفات اعلیٰ کے نقیب تھے کہ رشک آتا تھا۔ کچھ عرصہ سے اعصابی کھچاؤ کے باعث گلا متاثر ہوا، لیکن پڑھنے پڑھانے کا عمل کبھی متاثر نہ ہوا۔ شوگر، بلڈ پریشر، ہارٹ پرابلم سے بھی پالا پڑا، صحت اتار چڑھاؤ کا شکار رہی، لیکن آپ نے اپنی سرگرمیوں کو بڑی عزیمت کے ساتھ جاری رکھا۔

۱۴۴۷ھ رمضان المبارک کی ۳۰ تاریخ کو عصر کے لگ بھگ وصال فرمایا، اگلے روز لودھراں کی تاریخ کا بڑا جنازہ ہوا۔ آپ کے صاحبزادہ اور جانشین مولانا محمد عثمان میاں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وفاق المدارس، جمعیۃ علماء اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت اور دیگر مذہبی وسیاسی جماعتوں کی قیادت و نمائندگان، ضلع بھر کی سیاسی وسرکاری شخصیات اور عوام کا بے پناہ ہجوم، غرض بڑی دھوم دھام اور سج دھج سے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کا ارض وسما کے فرشتوں نے نظارہ دیکھا۔ رہے نام خدا تعالیٰ کا۔ حق تعالیٰ انہیں آخرت کی تمام بلند وبالا راحتوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین!

فتنۂ قادیانیت اور علماء کی ذمہ داریاں

مولانا انصار اللہ قاسمی

’’اللہ تعالیٰ نے اس دین اسلام کو کامل ومکمل فرمادیا۔‘‘ (المائدہ)

’’تمام انسانوں کی نجات وکامیابی اسی دین اسلام کی اتباع وپیروی میں ہے، اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب سے وابستگی اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔‘‘ (آل عمران)

’’دین اسلام کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لے لیا۔‘‘ (الحجر)

اسلام کے عقائد ونظریات اور تعلیمات میں بھی رد و بدل اور الٹ پھیر کرنے کی کوششیں وسازشیں کی گئیں، اس کے بعض خاص بنیادی تصورات، توحید، رسالت، ختم نبوت، آخرت، جنت وجہنم، ملائکہ، معجزہ وغیرہ میں مختلف گمراہ تعبیرات وتشریحات کے ذریعہ ان کی حقیقت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور اس کا ذمہ لیا ہے، اور اس کے پیچھے پورا خدائی نظام کارفرما ہے اس لیے یہ کوششیں اپنے مقصد میں بری طرح ناکام ہوگئیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

خدائی نظام کے تحت دین حق کی حفاظت کے سلسلہ میں ایک اہم مورچہ اور مضبوط ومستحکم دستہ علماء حق کا گروہ ہے، اختلاف وفرقہ بندی کی شکل میں، خوبصورت وخوشنما تعبیرات وتشریحات کی صورت میں، عقل وفلسفہ کی راہ سے غرض یہ کہ جن جن پہلوؤں سے اسلام کی حقیقت اور حقانیت پر حملہ کرنے اور اس کے حفاظتی نظام کو درہم برہم کرنے کی کوششیں کی گئیں، ان کوششوں کا رخ پھیرنے اور ان کی کایا پلٹنے میں بنیادی اور مرکزی کردار علماء حق کے اسی مورچہ ودستہ نے ادا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ’’یحمل ھٰذا العلم من کل خلفٍ عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔‘‘

(مشکوٰۃ:۳۶، کتاب العلم)

’’عادل اور ثقہ لوگ اس علم کو حاصل کریں گے جو غلو پسندوں کی تحریف، باطل پرست لوگوں کے غلط استدلال اور جاہلوں کی تاویلات کو اس دینی علم سے دور کریں گے۔‘‘

علماء انبیاء کے وارث اس معنی پر ہیں کہ وہ انبیاء کے مشن وپیغام کے علمبردار ہیں اور ان کے دینی ودعوتی سرمایہ کے نگہبان ونگراں ہیں، علماء کو چراغ اس لیے کہا گیا کہ چراغ کا کام خود جل کر دوسروں کو روشنی پہنچانا ہے، پھر یہ کہ دنیا کا دستور وقانون ہے کہ جب کوئی شخص اپنے اعلیٰ عہدہ ومنصب کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل نہیں کرتا تو وہ شخص اپنے عہدہ ومنصب سے معطل وبرطرف کردیا جاتا ہے۔

اس وقت فتنہ قادیانیت اپنے ناپاک عزائم اور خطرناک منصوبوں کے ساتھ پوری طرح سرگرم ہے، شہری ودیہی علاقوں میں اس فتنہ کے ہم نوا اور ہم خیال اپنی گمراہ وباطل سرگرمیوں، عوامی اجتماعات، رفاہی خدمات، لٹریچر کی نشر واشاعت وغیرہ کے ذریعہ کفر وارتداد کے سوداگر اور مسلمانوں کے عقیدے وایمان کے غارت گر بنے بیٹھے ہیں۔

قادیانیت دراصل جھوٹی نبوت کا فتنہ ہے، نبوت محمدی کے مدمقابل جھوٹی نبوت کی دعوت اور اس کا پرچار ایک باحمیت مسلمان کے لیے ہرگز ناقابل برداشت ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل ہمارے سامنے ہے، جس وقت جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے قاصد اس کا خط لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم دونوں اس کے دعویٔ نبوت کو تسلیم کرتے ہو ان قاصدوں نے ’’ہاں‘‘ میں جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر قاصدوں کو قتل نہ کرنے کا قانون نہ ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کروا دیتا۔‘‘ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت و رسالت کے تعلق سے کتنی غیرت وحمیت تھی، اسی لیے مسیلمہ کے خط کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ''کذاب'' (بہت بڑا جھوٹا) کا سخت ترین جملہ اور لقب لکھا وہ اسی غیرت وحمیت کا اظہار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں کبھی اتنا سخت ترین جملہ نہیں فرمایا، جب کوئی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرتی یا ناراضگی کا سبب بنتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اتنا فرماتے کہ ''مابال الناس'' لوگوں کو کیا ہوگیا یا ''مابال فلان'' فلاں شخص کو کیا ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑی گئی اور مسیلمہ کذاب کا کام تمام کیا گیا، اس جنگ میں ستر حفاظ وقراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، صحابہ کرام صرف قرآن کے حافظ وقاری ہی نہیں بلکہ عالم بھی ہوا کرتے تھے، اس جنگ میں ایک بڑی تعداد میں علماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت گویا بعد کے آنے والے علماء امت کے لیے پیغام تھی کہ جب کبھی اور جہاں کہیں جھوٹی نبوت کا فتنہ پیدا ہوگا اس کے مقابلہ کے لیے سب سے آگے علماء کو رہنا ہوگا اور انہیں قربانی دینی ہوگی، اس جنگ میں بارہ سو صحابہ کرام وتابعین عظام شہید ہوئے، مؤرخین نے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں اور کفار کے مظالم سے شہید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ کُل تعداد ۲۵۹ ہے اور صرف مسئلہ ختم نبوت کے لیے بارہ سو صحابہ کرام شہید ہوئے، اندازہ لگائیے کہ جھوٹی نبوت کا فتنہ اتنا سنگین اور خطرناک ہے کہ اس کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لیے اسلام کو اپنے مایہ ناز سپوتوں اور برگزیدہ ہستیوں کی ایک بڑی تعداد کو قربان کرنا پڑا۔

موجودہ دور میں جھوٹی نبوت کے فتنہ کی ایک معروف اور واضح شکل قادیانی فرقہ ہے، ماضی قریب میں ہمارے اکابر اور بزرگ علماء کرام نے جن کے ہم نام لیوا ہیں، جن کے ہم خوشہ چیں ہیں، بالواسطہ وبلاواسطہ جن سے تلمذ پر ہمیں فخر ہے، اس فتنہ کے سدباب اور تدارک کے لیے تاریخ ساز خدمات انجام دیں اور اس سلسلہ میں بالواسطہ وبلاواسطہ اپنے شاگردوں وخوشہ چینوں کے لیے نمونۂ عمل چھوڑا، محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اپنی اخیر زندگی میں اس فتنہ کے خلاف جدوجہد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، قادیانیت کی سرکوبی آپ رحمہ اللہ کی زندگی کا مقصد ومشن بن گئی تھی، نہ صرف آپ اس فتنہ کے خاتمہ کے لیے کمربستہ ہوگئے تھے بلکہ اس کے پیچھے اپنے مایہ ناز شاگردوں کی پوری ایک ٹیم لگادی تھی، قادیانیت کے خلاف آپ کا وہ محققانہ اور فاضلانہ معرکۃ الآرا عدالتی بیان جو چار دن تک بہاولپور کی عدالت میں جاری رہا، آج بھی تاریخ کے ریکارڈ پر موجود ہے، اس بیان نے ایک انگریز عدالت کے ذریعہ قادیانیت کے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے پر مہر ثبت کردی، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اپنے مرض الوفات کے دوران دیوبند کی جامع مسجد میں طلبہ وعلماء کے بھرے مجمع میں کہا کہ:

''میں سمجھتا ہوں کہ میرے تدریسی دور میں کم ازکم دو ہزار طلبہ نے مجھ سے حدیث کے چند حروف پڑھے ہیں، ان تلامذہ حدیث سے صرف اتنی گزارش کروں گا کہ خدا کے واسطے تحفظ ختم نبوت کیلئے اپنی علمی وعملی توانائیاں صرف کردیں، اگر اس محاذ پر انہوں نے کوتاہی کی تو میں حشر کے میدان میں ان کا دامن گیر ہوں گا۔'' (آخری پیغام:۲۶)

بہاولپور کے مقدمہ کے موقع پر ایک مسجد میں خطاب کے دوران آپ رحمہ اللہ نے کہا کہ ''ہم پر یہ بات کھل گئی کہ گلی کا کتا ہم سے بہتر ہے اگر ہم ختم نبوت کی حفاظت نہ کرسکیں۔''

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بانی حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ، خانقاہ مونگیر بہار کے سجادہ نشین گزرے ہیں، ریاستِ بہار میں قادیانیت کی بڑھتی ہوئی یورش اور یلغار نے انہیں بے چین و بے قرار کردیا، اس کے سدباب اور خاتمہ کے لیے آپ ہمہ تن مشغول ہوگئے، حتی کہ تہجد جیسے خاص عبادت کے موقع پر بھی آپ کا وقت قادیانیت کی تردید میں کتب ورسائل کی تصنیف وتالیف میں گزرتا تھا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''قادیانیت کے خلاف اتنا لکھو اور اتنا طبع کراؤ اور اس طرح تقسیم کرو کہ ہر مسلمان جب صبح سوکر اٹھے تو اپنے سرہانے ردِّ قادیانیت کی کتب پائے'' آپ رحمہ اللہ کے یہاں مولوی نظیر احسن بہاری مسودات

کی تبلیغ پر مامور تھے، دونوں پیر مفلوج تھے، جب کبھی ان سے کام میں تاخیر ہوتی تو فرماتے کہ مولوی صاحب محنت سے کام کرو، تمہیں جہاد کا ثواب ملے گا، ایک مرتبہ انہوں نے پوچھ لیا کہ کیا مجھ کو جہاد بالسیف کا ثواب ملے گا؟ مولانا مونگیری رحمہ اللہ نے برجستہ جواب دیا کہ ’’بے شک اس فتنۂ قادیانیت کا استیصال جہاد بالسیف سے کم نہیں۔‘‘

دیہی علاقوں میں محرم کے موقع سے علموں کی رسم اور ماہ ربیع الاوّل کی مناسبت سے مولود شریف کے جلسے اور دیگر رسوم وروایات مسلمانوں کی ملّی شناخت اور مذہبی تشخص کا ذریعہ ہیں، اس سلسلہ میں اکابر علماء کرام کا مزاج یہ تھا کہ ان رسوم وروایات کو صحیح رخ دے کر ان مواقع کو مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنایا جائے اور کم از کم ان رسوم و روایات کے حوالہ سے مسلمانوں کے اندر اپنی مذہبی شناخت و پہچان کا جو احساس ہے اس کو مضبوط کیا جائے اور اس کی حفاظت کا شعور ان کے اندر پیدا کیا جائے، اس خصوص میں حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اپنے ایک مسترشد اور مجاز بیعت مولانا عبدالرحیم صاحبؒ کو قادیانیت کے سدباب کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک خط میں لکھتے ہیں:

’’مولود شریف کے جلسے کراؤ اور ان کے (مرزا صاحب اور ان کے ساتھی) حالات بیان کرو، جس مقام کے لوگ غریب ہیں ان سے کہو کہ تم (صرف) سنو، شیرینی وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں، میں تمام محبین سے کہتا ہوں کہ وہ تمہاری مدد کریں۔‘‘

غرض یہ کہ حضرت مولانا مونگیری رحمہ اللہ چین کی نیند نہیں سوئے اور سکون واطمینان کا سانس نہیں لیا تا آنکہ پوری ریاست بہار سے قادیانیت کا صفایا نہ فرمادیا، صرف بہار ہی میں نہیں بلکہ حیدرآباد دکن بھی حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی صاحب رحمہ اللہ (بانی جامعہ نظامیہ) کو باضابطہ خطوط لکھ کر قادیانیت کی سرکوبی کی طرف توجہ دلائی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے شیخ حضرت عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ سے ایک دفعہ مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ (سابق قادیانی) نے پوچھا کہ حضرت کوئی وظیفہ بتادیجئے! حضرت رائپوری رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’ختم نبوت کا کام کرتے رہو تمہارے لیے یہی وظیفہ ہے۔‘‘

فتنۂ قادیانیت کے سدباب کے سلسلہ میں حسب ذیل تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔

جو علماء مدارس کے ذمہ دار اور نظماء ہیں:

۱۔ مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ختم نبوت کے موضوع پر خصوصی خطاب رکھا جائے۔

۲۔ اپنے ادارہ/ مدرسہ کی حیثیت و گنجائش کے لحاظ سے مدرسہ کے اطراف دیہاتوں میں مکاتب کے قیام کی ذمہ داری لیں۔

۳۔ چہارم عربی کے بعد عالمیت کے نصاب میں ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت کو مستقل مضمون کی حیثیت سے شامل کریں۔

۴۔ مدرسہ میں طلبہ کی انجمنوں کے تحت ختم نبوت اور قادیانیت کے موضوع پر تحریری وتقریری مسابقے منعقد کیے جائیں اور ان میں شرکاء کی ہمت وحوصلہ افزائی کے لیے پرکشش انعامات رکھے جائیں۔

۵۔ مدرسہ میں نئے فارغین اور فضلاء کو ’’سند فضیلت‘‘ کے حصول کے سلسلہ میں ارتداد سے متاثرہ علاقوں میں ایک سال تک دینی خدمات کی انجام دہی کو لازم اور ضروری قرار دیا جائے۔

۶۔ موقع بہ موقع اپنے ادارہ/ مدرسہ میں ختم نبوت کے موضوع پر بیانات رکھے جائیں اور بڑی جماعتوں کے طلبہ کے لیے سال میں ۳/ تربیتی کیمپ رکھے جائیں۔

۷۔ مدرسہ کے بڑے طلبہ یا دارالاقامہ میں مقیم اساتذہ کو جمعہ کے خطبہ کے لیے مدرسہ کے اطراف دیہاتوں میں روانہ کیا جائے یہ گاؤں دیہات کے لوگوں سے رابطہ کا انقلابی قدم ہوگا اور فتنوں کے سدباب کے لیے دفاعی کے بجائے اقدامی عمل ہوگا۔

۸۔ مدرسہ کی جانب سے شائع ہونے والے ماہنامہ میں چند صفحات ختم نبوت اور قادیانیت سے متعلق مضامین کے لیے مختص کیئے جائیں، اس کے علاوہ طلبہ کی جانب سے نکالے جانے والے ’’دیواری پرچوں‘‘ میں بھی اس کو خاص اہمیت دی جائے۔

۹۔ اپنے مدرسہ/ ادارہ کے اطراف علاقوں سے متعلق ضروری اور اہم بنیادی معلومات کا سروے ریکارڈ اپنے یہاں رکھیں کہ اس کی روشنی میں وہ قادیانیت اور دیگر باطل وگمراہ فتنوں کی دراندازی کا بآسانی علم ہوسکے اور وہ سہولت ومنصوبہ بندی کے ساتھ

ان کا سدباب کرسکیں۔

جو علماء درس وتدریس سے وابستہ ہیں:

۱۔ تدریس کے دوران ختم نبوت کے موضوع پر طلبہ کی خصوصی ذہن سازی کی جائے۔

۲۔ جو طلبہ مضمون نگاری کا ذوق رکھتے ہیں ان سے ختم نبوت کے موضوع پر مضامین لکھوائیں۔

۳۔ ہفتہ میں کسی ایک دن اس موضوع پر طلبہ کے درمیان سوال وجواب کا سیشن رکھا جائے۔

جو علماء امامت وخطابت سے وابستہ ہیں:

۱۔ جمعہ کے خطبوں میں موقع بہ موقع اس موضوع پر روشنی ڈالیں۔

۲۔ اپنی مسجد میں ختم نبوت کے موضوع پر مہینہ دو مہینہ میں ایک مرتبہ عوامی اجتماع رکھیں۔

۳۔ ماہ ربیع الاول میں اس موضوع پر سلسلہ وار خطاب کریں۔

۴۔ عوامی درس قرآن، درسِ حدیث میں اس موضوع پر گفتگو کی جائے۔

۵۔ کسی کسی موقع سے اس موضوع پر عام فہم انداز اور آسان زبان میں لکھی گئی کتابیں بھی اجتماعی طور پر سنائی جاسکتی ہیں۔

جو علماء مضمون نگاری اور افتاء کی ذمہ داری سے وابستہ ہیں:

۱۔ موقع بہ موقع اس موضوع پر قلم اٹھائیں۔

۲۔ قادیانیت سے متعلق فرضی سوالات قائم کئے جائیں اور ان کے جوابات لکھے جائیں۔

۳۔ آسان زبان اور عام فہم انداز میں دعوتی نقطۂ نظر سے اس موضوع پر ”مختصر مفید“ رسائل تیار کئے جائیں۔

قادیانیت کی بڑھتی ہوئی ناپاک سرگرمیاں، اس کی ریشہ دوانیاں اس میدان میں اسلاف کی قربانیاں اور اس کے متعلق علماء امت کی ذمہ داریاں سب مل کر ہم سے سرگوشی کررہے ہیں کہ ہے کوئی جو اپنے دل میں سوز صدیق لے کر ”اینقص الدین وانا حی“ (دین میں کمی ہوجائے اور میں زندہ رہوں) کا نعرۂ مستانہ لگاکر جھوٹی نبوت کے خاتمہ کے لیے میدانِ عمل میں بلاخوف و خطر کود پڑے۔

❁❁..............❁❁

مولانا منیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی وفات

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے ایک فرزند ارجمند مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی نے فیصل آباد خالصہ کالج کے عقب میں جامع مسجد اور مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ موصوف جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فاضل، برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے شاگرد رشید، مرشد العلماء حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت رائے پوریؒ جب فیصل آباد تشریف لاتے تو اکثر وبیشتر قیام حضرت مولانا کے ہاں ہوتا، اللہ پاک نے حضرت مولانا کو تین بیٹوں سے سرفراز فرمایا۔ ان میں سے دو عالم فاضل تھے۔ بڑے بیٹے کا نام مولانا حبیب الرحمٰن تھا جو ابن انیس کنیت رکھتے تھے اور جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل، مہتمم جامعہ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے فرزند نسبتی (داماد) تھے۔ دوسرے بیٹے کا نام مولانا منیب الرحمٰن لدھیانوی تھا۔ جو جامعہ اشرف المدارس، دارالعلوم فیصل آباد میں زیر تعلیم رہے۔ دورۂ حدیث شریف جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے کیا۔ موخر الذکر سے ۱۹۷۷ء سے یاداللہ وابستہ رہی۔ راقم ۱۹۷۷ء میں رحیم یار خان میں تعینات تھا۔ موصوف اپنی ہمشیرہ جو مولانا رشید احمد لدھیانویؒ کی اہلیہ محترمہ تھیں سے ملنے کے لئے آتے تو راقم سے ضرور ملتے اور راقم بھی جب فیصل آباد آتا ان سے اکثر وبیشتر مل کر جاتا۔ مصطفیٰ آباد فیصل آباد کی سالانہ کانفرنس میں حاضری ہوتی۔ تو انوری (مولانا محمد انوریؒ) خاندان کے چشم وچراغ مولانا محمد راشد انوری مدظلہ سے ملاقات ہوتی۔ موصوف کی ان سے قریبی رشتہ داری ہے۔ غالباً مولانا محمد راشد کی پھوپھی ان کی والدہ تھیں تو انہوں نے بتلایا کہ موصوف یکم جمادی الاول ۱۴۴۷ھ کو رحلت فرماگئے۔ اگلے روز ۲/جمادی الاول مطابق ۲۵/اکتوبر ۲۰۲۵ء ان کی نماز جنازہ مولانا خلیل الرحمٰن انوری مدظلہ کی اقتدار میں ادا کی گئی، جس میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی اور انہیں مدینہ ٹاؤن کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور ایک بیٹا سوگوار چھوڑے۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ واعف عنہ وعافہ وبرد مضجعہ۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ختم نبوت

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی وہ شاہکار تصنیف ہے، جو ایک استفتا کا جواب ہے۔ جس نے کتابی شکل اختیار کر لی۔ فتویٰ کا پورا نام ''تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباسؓ'' یہ کتابی شکل میں پہلی مرتبہ ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء۔ مطبع صدیقی بریلی سے شائع ہوئی۔

یہ مولانا محمد احسن نانوتوی صدیقیؒ کے ایک استفتاء کا جواب ہے۔ مولانا محمد احسن نانوتویؒ بریلی کالج میں شعبہ فارسی بعد ازاں شعبہ عربی کے انچارج اور صدر تھے۔

بریلی سے باشندگان مولانا محمد احسن نانوتویؒ پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ ان کا دولت کدہ دارالمشورہ بھی تھا۔ موصوف وعظ وتبلیغ کے ساتھ ساتھ عوام کے مذہبی مسائل سے متعلق سوالات کے جوابات ارشاد فرماتے۔ موصوف اپنے محلہ کی مسجد کے امام وخطیب اور عیدین کے بھی خطیب و امام تھے، گویا آپ اہل بریلی کی مذہبی قیادت فرماتے رہے۔

صوبہ شمال مغربی کے ڈائریکٹر آف پبلک انسٹریکشن ناظم تعلیمات نے نصاب کی اکثر کتابیں آپ سے لکھوائیں۔ آپ بریلی کے علمی اور عملی میدان میں ایک عرصہ تک چھائے رہے۔ آپ کا گھر بھی گویا کالج تھا۔ طلبہ کا ہجوم آپ کے گھر پر بھی رہتا۔ آپ نے ''مطبع صدیقی'' کے نام سے ایک مکتبہ بھی جاری کیا۔ اسی مطبع سے ہفت روزہ ''احسن الاخبار'' بریلی بھی نکلتا تھا۔ مکتبہ سے مطبع صدیقی کے علاوہ نولکشور لکھنو، احمدی پریس دہلی، نظام پریس کانپور، حسینی پریس بمبئی کی چھپی ہوئی کتابیں بھی فروخت ہوتیں۔ آپ نے مدرسہ ''مصباح التہذیب'' بریلی شروع کیا۔ جو بعد میں مدرسہ مصباح العلوم کے نام سے تبدیل کر دیا گیا۔ ان کی عوام میں پذیرائی سے بعض لوگوں نے حسد کرنا شروع کر دیا۔

چنانچہ ڈاکٹر محمد ایوب قادریؒ اپنی کتاب میں ''دورِ مخالفت'' کا نام دے کر لکھتے ہیں:

''مولانا محمد احسنؒ بریلی میں گراں قدر خدمات سر انجام دے رہے تھے۔ مطبع صدیقی سے اسلامی وتبلیغی لٹریچر خصوصاً شاہ ولی اللہؒ کے علوم وافکار کی خوب اشاعت فرما رہے تھے..... مولانا محمد احسنؒ کی یہ مذہبی و علمی خدمات بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے بعض علماء کو ناگوار ہوئیں جن میں جناب نقی علی خان (والد محترم فاضل بریلوی) قابل ذکر ہیں۔ مرکزی عیدگاہ کی امامت نے انہیں مرکزی حیثیت دے رکھی تھی۔ جب تک مولانا کو ہٹایا نہ جاتا، یہ مقام حاصل کرنا کسی کے لئے ممکن نہ تھا۔ اس لئے سازش کا راستہ اختیار کیا گیا۔

ہندوستان میں ان دنوں ''امکان نظیر'' اور ''امتناع نظیر'' کی بحث چلی ہوئی تھی اور بات مناظروں تک پہنچی ہوئی تھی۔ ان کے مفصل حالات ''مناظرہ احمدیہ'' ۱۲۸۹ھ میں ''مطبع شعلہ طور'' کانپور سے شائع ہوئے۔ اس مناظرہ میں درمنثور کی ایک روایت پر بحث کی گئی تھی۔ جو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ امکانیوں نے اس کا اثبات اور امتناعیوں نے صحت کا انکار کیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''ان اللّٰہ خلق سبع ارضین في کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراھیم کابراھیمکم وعیسیٰ کعیسکم ونبی کنبیکم۔''

مولوی نقی علی خان نے ایک استفتاء، صحت و عدم صحت اثر ابن عباسؓ مولانا محمد احسن نانوتویؒ کو بھیجا۔ مولانا نے جواب دینے سے انکار کیا۔ بعدازاں مولانا عبدالحیؒ

فرنگی محلی نے ابن عباسؓ کے اثر کی صحت کے فتویٰ دیا۔ مولوی سعداللہ نے تصدیق کی تو مولانا محمد احسن صدیقیؒ نے دونوں حضرات کے فتویٰ پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ جس پر رسالہ مناظرہ احمدیہ کے مصنف مولوی محمد نذیر سہسوانی نے آخر میں ایک جملہ بڑھا دیا۔ مولوی محمد احسن صدیقی نانوتویؒ بھی اثر ابن عباس کی صحت کے معتقد ہیں اور اس پر ان کی مہر بھی ثبت ہے۔ اس کے علاوہ اور علماء بھی اس کے قائل ہیں۔

دراصل یہ استفتا انہیں بدنام کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے مستفتی کی سازش کو بھانپ لیا، تو خود کوئی جواب نہ دیا اور مولانا عبدالحئی فرنگی محلی اور مفتی سعداللہ کے فتویٰ پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ اور مولوی نقی علی خان کے ساتھی رحمت حسین کو خط میں لکھا کہ کسی معتمد عالم کی تحقیق اس کے علاوہ ہوئی تو وہ اس تصدیق سے رجوع کر لیں گے۔ مولوی نقی علی خان نے ان پر کفر کا فتویٰ جاری کر دیا۔

جوں ہی مناظرہ احمدیہ شائع ہوا۔ مخالفت اور طعن و تشنیع کا بازار گرم کر دیا گیا۔ مولوی نقی علی خان نے مولانا محمد احسنؒ پر کفر کا فتویٰ لگا کر اسے خوب مشتہر کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مدرسہ مصباح العلوم بند ہو گیا اور ساتھ ہی لوگوں کو کہا گیا کہ مولانا محمد احسنؒ کے پیچھے عیدین کی نماز نہ پڑھیں اور اثر ابن عباسؓ سے متعلق علماء بریلی اور بدایونی نے مولانا محمد احسن کی بڑی شد و مد سے مخالفت شروع کر دی۔ یہاں سے دیوبند اور بریلی کی مخالفت کا آغاز ہوا۔ مولانا محمد احسن نانوتویؒ نے بانی دارالعلوم دیوبند حجت الاسلام، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو ایک استفتا لکھا۔ حضرت نانوتویؒ نے اس کے جواب میں جو تحریر لکھی وہ ایک مستقل رسالہ بن گیا۔ جو تحذیر الناس کے نام سے چھپ رہا ہے، حضرت نانوتوی رقم طراز ہیں:

’’اس اثر (اثر ابن عباسؓ) میں علت غامضہ بھی نہیں جو اس راہ سے انکار صحت کیجئے کیونکہ اول تو امام بیہقیؒ کا اس کی نسبت صحیح کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی علت غامضہ خفیہ قادحہ فی الصحت نہیں۔‘‘ (تحذیر الناس، ص:۲۸)

چنانچہ حضرت نانوتویؒ نے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی فضیلت وبزرگی دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر خاتمیت مرتبی کی وجہ سے ہے اور خاتمیت مرتبی کا یہ تقاضا ہے کہ خاتمیت زمانی اور مکانی کو تسلیم کیا جائے، کیونکہ ایسا نہ کرنے سے خاتمیت مرتبی پر حرف آئے گا۔ آپ ﷺ کی اس فضیلت و برتری کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد کسی کا مثیل و تابع ہونا ناممکن ہے اور آپ سے پہلے جملہ انبیاء سے آپ خاتمیت مرتبی کے حوالہ سے افضل و برتر ہیں۔

تحذیر الناس کے مختلف صفحات سے عبارت کے تین ٹکڑے ملا کر حضرت نانوتویؒ پر صاحب حسام الحرمین نے کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔ تین مختلف صفحات سے اکٹھا کی جانے والی عبارت:

’’بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔‘‘

’’اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔‘‘

’’عوام کے خیال میں رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم وتاخرِ زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

تین مختلف عبارتوں کو سیاق وسباق سے کاٹ کر یوں جوڑا کہ ایک قابل اعتراض عبارت بن گئی اور اسے بنیاد بنا کر حضرت نانوتویؒ پر انکار ختم نبوت اور کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قابل اعتراض عبارت کا پہلا حصہ اپنے سیاق وسباق کے ساتھ ص:۱۴ دوسرا حصہ ص:۲۸، تیسرا حصہ ص:۳ پر موجود ہے۔ دراصل تحذیر الناس جیسی تصریحات ختم نبوت کے اثبات پر شاہد ہی کسی کے ہاں سے ملتی ہوں۔ یہ مسئلہ ختم نبوت کے سمجھنے کا ایک جامع اور مدلل مضمون ہے، جس کی نظیر نہیں ملتی۔

حضرت نانوتویؒ کا شمار ہندوستان کے چوٹی کے علماء اہلسنت میں ہوتا ہے جنہوں نے حق کی اشاعت و دفاع اور باطل کی بیخ کنی کے لئے اپنی ذات کو وقف کیا ہوا تھا۔

جنہوں کے حق کی اشاعت و دفاع اور باطل کی بیخ کنی کے لئے اپنی ذات کو وقف کیا ہوا تھا۔ ہندوستان میں جب بھی کوئی فتنہ سر اٹھاتا، مولانا خم ٹھونک کر تقریر وتحریر اور اپنی خداداد علمی صلاحیتوں کے ذریعہ اس کو دن میں

تارے دکھلا دیتے۔ عیسائی پادریوں نے مناظروں اور مخالفتوں کا بازار گرم کیا تو حضرت نانوتویؒ نے مناظروں اور تصانیف کے ذریعہ اس کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ایسی عظیم علمی شخصیت پر ختم نبوت زمانی کا انکار ناممکنات میں سے ہے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی نشر و اشاعت اور دفاع کے لئے گزار دی۔ حضرت نانوتویؒ مناظرہ عجیبہ میں فرماتے ہیں:

’’خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے۔ ناحق کی تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں، سوا گر ایسی باتیں (تہمت لگانا) جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔ (مناظرہ عجیبہ، ص:۵۶)

نیز فرماتے ہیں:

’’اپنا دین و ایمان ہے کہ بعد رسول کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں، تأمل کرے، اسے کافر سمجھتا ہوں۔‘‘

(مناظرہ عجیبہ، ص:۱۴۴)

مناظرہ عجیبہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

’’حاصل مطلب یہ ہے کہ ختم نبوت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں بلکہ یوں کہیے کہ منکروں کے لئے انکار کی گنجائش نہ چھوڑی۔ افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔‘‘ (مناظرہ عجیبہ، ص:۱۷)

الغرض! حضرت نانوتویؒ نے اپنے عقیدہ کی وضاحت و صراحت فرما دی۔ آپ کی طرف ختم نبوت زمانی کا انکار تہمت ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ بڑے بڑے علماء کرام نے آپ کی علمی وجاہت کا اقرار کیا اور تحذیر الناس کو عقیدہ ختم نبوت کا مناد قرار دیا۔ پنجاب کے نامور پیر حضرت خواجہ قمر الدین سیالویؒ سے تحذیر الناس کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا:

’’میں نے تحذیر الناس کو دیکھا، میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔ خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا، وہاں معترضین کی سمجھ نہیں گئی۔ قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا۔ (ڈھول کی آواز مولانا ولی الدین رتوکالوی)۔

نوٹ: یہ مضمون پروفیسر سید شجاعت علی شاہ مانسہرہ کے کتابچہ ’’تحذیر الناس...ایک مطالعہ‘‘ سے ملخص کیا گیا۔‘‘ (ص:۱۶۶)

ایک مرتبہ فقیہ ابن فقیہ حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہ ابن حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ تحذیر الناس کا ذکر چلا تو موصوف نے فرمایا:

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں لاہور کے مرکزی اجلاس میں شرکت کا دعوت نامہ لے کر مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ ساہیوال، سرگودھا والد محترم کی خدمت میں تشریف لائے اور بتلایا کہ اجلاس کا دعوت نامہ پیر صاحب کو پہنچانا ہے۔ چونکہ حضرت پیر خواجہ قمرالدین سیالوی جب ساہیوال تشریف لاتے تو جمعہ والد محترم کے پیچھے ادا کرتے تو اس طرح والد محترم کی حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ نہ صرف شناسائی تھی بلکہ بے تکلفی تھی۔ اگلے دن حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں تشریف لے گئے اور انہیں اجلاس کا دعوت نامہ دیا۔ خواجہ صاحب کہنے لگے کہ میرے نزدیک تو قادیانی اور دیوبندی برابر ہیں اور انہوں نے حضرت نانوتویؒ پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ حضرت نانوتویؒ تو ختم نبوت زمانی کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی نے فرمایا: کہاں؟ تو خواجہ صاحب نے کہا کہ تحذیر الناس میں۔

مولانا عبدالشکور ترمذی نے فرمایا: تحذیر الناس منگائیں۔ چنانچہ تحذیر الناس آ گئی۔ مولانا نے فرمایا کہ دکھلائیں تو خواجہ صاحب نے ورق گردانی شروع کی۔ پڑھتے پڑھتے اس مقام پر پہنچے کہ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:

’’ختم نبوت زمانی کے منکر کو ایسے ہی کافر سمجھتا ہوں جیسے تعداد رکعات کے منکر کو۔‘‘ خواجہ صاحب فرمانے لگے کہ چائے آ گئی ہے۔ جب دسترخوان پر بیٹھے تو فرمانے لگے: ہم کسی کو بتلاتے نہیں۔ میری حدیث و تفسیر کی سند میں تیسرے نمبر پر حضرت نانوتویؒ ہیں۔ کیونکہ قیام پاکستان سے پہلے سفر حج کے موقع پر حدیث و تفسیر مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے پڑھی اور مولانا سندھی شاگرد ہیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے اور حضرت شیخ الہند شاگرد ہیں، حضرت نانوتویؒ کے۔‘‘

۞۞..........۞۞

انسانیت کے کام آنے کی ضرورت!

مولانا شمس الحق ندوی

’’میں شہادت دیتا ہوں کہ انسان انسان بھائی ہیں‘‘، جس کے منہ سے یہ بول نکلے تھے۔.... اس نے آکر دنیا کو یہ پیغام دیا تھا، بتایا تھا کہ نسل کی، رنگ کی یا وطنی تقسیم کی بنا پر کسی سے جنگ کرنا یا کسی کو حقیر و ذلیل سمجھنا حماقت ہے، یہ ساری چیزیں غیر اختیاری ہیں، انسان کے کردار کا، اس کے شرف وعظمت کا، ان سے کیا سروکار اور اسی نے آکر یہ منادی کی تھی کہ: ’’الخلق عيال الله فأحب الخلق الی اللہ من أحسن إلى عياله‘‘ (مخلوق اللہ کا کنبہ ہے تو مخلوق میں اللہ کی نظر میں محبوب ترین وہی ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ بہترین سلوک سے پیش آئے)۔

مہر و محبت کے اس پیامبر کو، شفقت والفت، ہمدردی وانسانیت کے اس سچے پیام رساں کو رسول بنا کر بھیجنے والے مالک و خالق نے اس کو ’’وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ‘‘ [انبیاء:۱۰۷] کے الفاظ سے مخاطب فرمایا ہے، چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ اس نے مصائب و مشکلات کے ناقابل قیاس مرحلوں سے گزر کر پورے عالم کے لیے بارانِ رحمت بن کر انسانیت کی سوکھی ہوئی کھیتی کو گل وگلزار بنا دیا۔

ذرا تصور کیجیے کہ طائف کے لڑکے اس کے پیچھے لگا دیئے گئے ہیں اور پتھروں کی بارش ہو رہی ہے، جب وہ لہولہان ہو کر نڈھال ہو جاتا ہے، تاب برداشت نہ رکھتے ہوئے زمین پر بیٹھ جاتا ہے تو یہی اوباش لڑکے اس کا بازو پکڑ کر کھڑا کر کے پھر پتھروں کی بارش شروع کر دیتے ہیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے الفاظ میں: گھٹنے چور ہو گئے، پنڈلیاں گھاؤ ہو گئیں، کپڑے لال ہو گئے، معصوم قدم خون سے لال ہو گئے، یہ وہ مرحلہ تھا جہاں وہ بے قرار ہو کر اس طرح فریاد کرتا ہے: ’’اللّٰھم إلیک أشکو ضعف قوتي وقلة حيلتي وهواني على الناس... الخ۔‘‘

میرے اللہ! تیرے پاس اپنی بے زوری کا شکوہ کرتا ہوں، تیرے سامنے اپنے وسائل و ذرائع کی کمی کا گلہ کرتا ہوں، دیکھ! انسانوں میں، میں ہلکا کیا گیا، لوگوں میں میری کیسی سبکی ہو رہی ہے، اے سارے مہربانوں میں سب سے مہربان مالک! میری سن، میرا زور میرا رب تو ہی ہے، مجھے تو کن کے سپرد کرتا ہے، جو ہم سے دور ہوتے ہیں تو مجھے ان سے نزدیک کرتا ہے یا تو نے مجھ کو، میرے سارے معاملات کو دشمنوں کے قابو میں دے دیا ہے؟ پھر بھی اگر مجھ پر تیرا غصہ نہیں ہے تو مجھے ان باتوں کی کیا پرواہ، مگر کچھ بھی ہو، میری سمائی تیری عافیت کی گود میں ہے، تیرے چہرے کی وہ جگمگاہٹ جس سے تاریکیاں روشنی بن جاتی ہیں، میں اسی نور کی پناہ میں آتا ہوں کہ اسی سے دنیا و آخرت کا سدھار ہے، مجھ پر تیرا غصہ بھڑکے اس سے پناہ مانگتا ہوں، مجھ پر تیرا غضب ٹوٹے اس سے تیرے سایہ میں آتا ہوں، منانا ہے، اس وقت تک منانا ہے جب تک تو راضی نہ ہو جائے، نہ قابو ہے نہ زور ہے، مگر علی و عظیم اللہ ہی ہے۔

اس بے کسی اور بے چارگی کی صدائے دلدوز سے ملاء اعلیٰ میں جنبش ہوتی ہے، جبرئیل امین پکار رہے ہیں، سن لیا، اللہ نے سن لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ کہا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کو نہیں بلکہ پہاڑوں کے فرشتوں کو بھیجا ہے، اس پہاڑ کے فرشتہ نے سلام کیا، پھر اجازت مانگی، کیا ان پر (طائف کے ان پتھر مارنے والوں پر) ان دونوں پہاڑوں کو (جس سے طائف گھرا ہوا

ہے) الٹ دوں؟

اس دل دکھے اور کچلے ہوئے کا جواب سنئے: ’’میں مایوس نہیں ہوں کہ ان کی پشت سے ایسی نسلیں نکلیں جو اللہ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک اور ساجھی نہ بنائیں۔‘‘

حفیظؔ جالندھری کے الفاظ میں:

الٰہی فضل کر کہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

پھر دنیا نے دیکھا کہ جو اس طرح کچلا گیا تھا، پامال و نڈھال کیا گیا تھا، وہ کس طرح بڑھا کہ وہی ستانے والے پھر سننے لگے اور جو سننے لگے سر دھننے لگے اور اس کی محبت میں ایسے سرمست و سرشار ہوئے کہ اب اس کے وضو کا پانی بھی زمین پر نہیں گرنے پاتا، گرنے سے پہلے وہ اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور چہروں پر ملتے ہیں، اب اس کا ہر بول بانسری کی سریلی آواز سے بھی زیادہ دلکش و سرور بخش معلوم ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانے والی اور ناک کان کاٹ کر اس کا ہار پہننے والی ہندہ بھی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اور آپ کی آواز پر لبیک کہتی ہے تو کہتی ہے:

’’اے اللہ کے رسول! آج سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ سے زیادہ کوئی خیمہ مجھے مبغوض اور دل کو جلانے والا نہیں تھا اور آج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ سے بڑھ کر کوئی خیمہ مجھے محبوب، دل کو ٹھنڈک اور آنکھوں کو سرور بخشنے والا نہیں۔‘‘

ضعیفوں، مسکینوں، یتیموں، بیماروں کے ساتھ حسن سلوک اور مدارات کی جو ہدایتیں اس ہادی کی لائی ہوئی کتاب اور خود اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں ملتی ہیں، وہ اس کثرت سے ہیں کہ جمع کی جائیں تو خود ایک کتاب بن جائیں۔

بڑائی اور چھوٹائی اس عالم آب وگل کا بنیادی قانون ہے، کوئی امیر رہے گا کوئی غریب، لیکن بڑے کو چھوٹے کے دبانے کا اور امیر کو غریب کے پیسنے کا، حاکم کو محکوم کے ستانے کا کوئی حق نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودی لین دین کو ناجائز اور پوری انسانی زندگی کے لیے ناسور بتایا۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ کے الفاظ میں: ’’آج سود در سود کے چکر میں دنیا جن مصیبتوں میں گرفتار ہوتی چلی جارہی ہے، وہ سب پر روشن ہے، غریبوں کا خون چوسنا اور اپنے اندر بجائے ہمدردی و شفقت کے سنگدلی اور بے دردی کے جذبات کو پرورش کرتے رہنا سودخوار (سودی قرض لینے والے) غریب کی قسمت کا نوشتہ ہے۔‘‘

دنیا میں جو بڑی بڑی خونریز لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں، سوچ کر دیکھئے کہ اگر بڑے بڑے سودی قرضے نہ ملتے رہتے تو یہ ہولناک اور انسانیت سوز جنگیں کبھی واقع بھی ہوسکتی تھیں۔

اس وقت پورا عالم انسانی جن خطرناک اور وحشت ناک حالات سے گزر رہا ہے، وہ ہر شخص دیکھ اور محسوس کر رہا ہے؛ لیکن راہ نجات نہیں دکھائی دیتی، دکھائی دے تو کیسے؟ ذرا غور سے کام لیا جائے تو صاف محسوس ہوگا کہ مادہ پرستی کے جوع البقر نے آج کی ترقی یافتہ دنیا کو پھر وہیں پہنچا دیا ہے جہاں وہ بعثت نبوی سے پہلے تھی، اب اگر وہ اس بلائے بے درماں سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے تو اس کو پھر رحمت عالم کے دامن رحمت سے وابستہ ہونا پڑے گا، جس نے آگ میں کودنے والوں کو آگ سے بچانے کے لئے پتھر کھا کر دعائیں دی ہیں، اس لئے کہ پیغمبر ہی انسانی جہاز کے ناخدا ہیں، انسانوں کی کشتی ہر زمانہ میں انہیں کی ناخدائی سے ساحل تک پہنچی ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے الفاظ ہیں:

’’یہ صرف حضرت نوحؑ کے فرزند ہی کی خصوصیت نہ تھی، ہر زمانہ میں جس نے بھی دعویٰ کیا کہ: ’’سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ‘‘ [ہود:۴۳] (میں تو پہاڑ پر پناہ لے کر طوفان سے محفوظ رہ جاؤں گا) اس کو یہی جواب ملا: ’’لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ‘‘ (آج کوئی بچانے والا نہیں)۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد افراد اور قوموں، اہل مشرق اور اہل مغرب، اولین وآخرین سب کے لیے اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ سعادت وفلاح انہیں کے دامن سے وابستہ ہے، ان سے علیحدہ ہوکر شقاوت و ہلاکت اور محرومی و نامرادی کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

۞۞.........۞۞

قادیانیت.... درحقیقت نبوتِ محمدی کے خلاف بغاوت

مولانا نظام الدین القاسمی

اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور پیدا فرما کر خالی چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس کی ہر ضرورت کے پورا ہونے کا مکمل انتظام فرمایا، انسان چونکہ دو چیزوں کا نام ہے ایک جسم دوسرے روح، جسم کی تعلیم وتربیت کا نظام اللہ نے عقل کے سپرد کیا ہے، اور روح کی تعلیم وتربیت کا نظام انبیاء علیہم السلام کے، کیونکہ ہر انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ براہ راست اللہ سے اس کی مرضیات ونامرضیات کا علم حاصل کر سکے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے کچھ مقدس ہستیوں کا انتخاب فرمایا، اور انہیں یہ روحانی نظام عطا فرما کر اپنے بندوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ اللہ کی مرضی ونامرضی سے واقف ہوجائیں، اللہ کی طرف سے اس انتخاب کا نام اصطلاح شرع میں نبوت ہے جو صرف انتخاب خداوندی ہے، بندے کے کسب ومحنت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: ”اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ۔“ (الحج:۷۵، پارہ:۱۷)

اللہ منتخب فرماتا ہے فرشتوں میں سے پیغمبروں کو اور انسانوں میں سے۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ”الیواقیت والجواہر“ میں لکھتے ہیں: ”فَاِنۡ قُلۡتَ فَھَل النُّبُوَّۃُ مُکۡتَسَبَۃٌ اَوۡ مَوۡھُوۡبَۃٌ فَالۡجَوَابُ لَیۡسَتِ النُّبُوَّۃُ مُکۡتَسَبَۃً حَتّٰی یُتَوَصَّلَ اِلَیۡھَا بِالنُّسُکِ وَالرِّیَاضَاتِ کَمَا ظَنَّہٗ جَمَاعَۃٌ مِنَ الۡحُمَقَاءِ۔ (الیواقیت والجواہر ص:۱۶۴) وَقَدۡ اَفۡتٰی الۡمَالِکِیَۃُ وَغَیۡرُھُمۡ بِکُفۡرِ مَنۡ قَالَ: اِنَّ النُّبُوَّۃَ مُکۡتَسَبَۃٌ۔“ (حوالہ بالا)

”تم اگر یہ سوال کرو کہ نبوت کسبی چیز ہے یا وہبی تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت کسبی نہیں کہ محنت اور کوشش سے حاصل کی جائے جیسا کہ بیوقوفوں کی جماعت کا خیال ہے۔ مالکی وغیرہ نے اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے جو یہ کہے کہ نبوت کسبی چیز ہے۔“

لہٰذا معلوم ہوا کہ کوئی شخص کثرت عبادت محنت اور مجاہدہ سے نبی نہیں بن سکتا؛ البتہ اپنی کوشش وعبادت سے انسان ولی بن سکتا ہے، مگر افسوس ہے انیسویں صدی عیسوی میں صوبہ پنجاب ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں پیدا ہونے والے مرزا غلام احمد پر کہ وہ اپنے ولی ہونے کا جھوٹا دعویٰ تو کیا کرتے انہوں نے صاف نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کردیا، حالانکہ عقیدۂ ختم نبوت ایک سو آیات قرآنیہ اور دو سو سے زائد احادیث نبویہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ نمونہ کے طور پر چند آیات واحادیث ملاحظہ ہوں:

(۱) ”مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔“ (الاحزاب:۴۰ پارہ:۲۲)

”محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔“

یہ آیت بطریق عبارۃ النص ختم نبوت کو ثابت کر رہی ہے، اور دوسری آیات سے بھی بطور اقتضاء النص واشارۃ النص ودلالۃ النص یہ مسئلہ ثابت ہے۔

(۲) ”اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا۔“ (المائدہ:۳، پارہ:۶)

”آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو پورا کردیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری فرمادی اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا دین ہونے کی حیثیت سے۔“

جب دین مکمل ہوچکا تو نبی کے آنے کی ضرورت بھی ختم ہوگئی۔

(۳) ”قُلۡ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعَا الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔“ (الاعراف:۱۵۸، پارہ:۹)

”آپ فرما دیجئے کہ میں تم سب کی طرف سے اس اللہ کا پیغمبر ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت ہے۔ جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام ہوچکی سبھی لوگوں کی طرف تو اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث متواترہ میں اپنے آخری نبی ہونے کا اعلان فرمایا اور ختم نبوت کی ایسی تشریح فرمائی کہ جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں کوئی شک وشبہ اور تاویل کی گنجائش نہیں رہی۔

متعدد علماء نے ختم نبوت کی حدیثوں کے متواتر ہونے کی صراحت کی ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ آیت خاتم النّبیین کے تحت تحریر فرماتے ہیں: ’’وَبِذٰلِکَ وَرَدَتِ الْأَحَادِیْثُ الْمُتَوَاتِرَۃُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم مِنْ حَدِیْثِ جَمَاعَۃٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ۔‘‘ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳/ ۴۹۳)

’’اور اسی ختم نبوت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں وارد ہوئیں جن کو صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے نقل کیا ہے۔

جن میں سے صرف دو حدیثیں یہاں ذکر کی جارہی ہیں: ’’عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِنَّہ سَیَکُوْنُ فِیْ أُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ أَنَّہ نَبِیٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ۔‘‘ (ترمذی جلد ۲/ ۴۵)

’’حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں ہی آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

’’عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِیْ وَقَّاص قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لِعَلِیٍّ: أَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسیٰ اِلاَّ أَنَّہ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ۔‘‘ (مسلم جلد ۲/ ۲۷۸)

’’سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

اسی طرح اجماع امت سے بھی عقیدۂ ختم نبوت ثابت ہے جیسا کہ بیشمار علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔

ملا علی قاریؒ شرح ’’فقہ اکبر‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں: ’’دَعْویٰ النُّبُوَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّنَا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ‘ (شرح فقہ اکبر ص: ۲۰۲، بحوالہ اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ ص: ۷۱)

’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔‘‘

ان تمام ثبوتوں کے بعد بھی بعض حریص انسانوں نے حسد وجلن کی وجہ سے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے میں دریغ نہیں کیا۔

انہی جھوٹے مدعیان نبوت میں سے ایک (مرزا غلام احمد) ہمارے دور کے بعض انسانوں کے حصہ میں آگیا جس کی ہمیں سختی سے تردید کرنی چاہیے، تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر جھوٹے مدعیان نبوت ناکام ہوئے، مگر مرزا کا معاملہ حکومت برطانیہ کے سہارے کی وجہ سے الگ ہے۔

مرزا نے دیگر مدعیان نبوت کی طرح اولاً صاف صاف نبوت کا دعویٰ نہیں کیا کیونکہ ایسے مدعیوں کا عبرتناک انجام اس کو معلوم تھا، لہٰذا اس نے بڑی چالاکی سے تدریجی انداز اپنایا، اولاً خادم ومبلغ اسلام کے روپ میں ظاہر ہوا، پھر اپنے کو ملہم اور مامور من اللہ بتلایا پھر مجدد ہونے کا اظہار کیا، آگے بڑھ کر مہدی ومثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا، مزید ترقی کرکے ظلی وبروزی نبوت کا پروپیگنڈہ کرنے لگا آخرکار اصل منزل مقصود پر پہنچ کر مستقل اور صاحب شریعت نبی ہونے کا اعلان کرکے اپنے نہ ماننے والوں کو جہنمی کہنے لگا۔ (ماخوذ از محاضرۂ ردقادیانیت پیش کردہ قاری محمد عثمان صاحب منصورپوری)

قارئین کرام! اسلام کے خلاف وقتاً فوقتاً بہت سی تحریکیں اٹھیں وہ یا تو اسلام کے نظام حکومت کے خلاف تھیں، یا شریعت اسلامی کے خلاف لیکن قادیانیت درحقیقت نبوت محمدی کے خلاف بغاوت اور ایک سازش ہے۔

قادیانیت کے بارے میں یہ غلط فہمی ہو گی کہ اسے مسلمانوں کے دینی وعلمی اختلافات اور مکاتب فکر میں سے ایک دینی وعلمی اختلاف اور خاص مکتب فکر خیال کیا جائے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قادیانیت مسلمانوں سے الگ ایک مستقل خودساختہ مذہب ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ’’قادیانی تحریک اسلام کے دینی نظام اور زندگی کے ڈھانچے کے مقابلے میں ایک نیا دینی نظام اور زندگی کا نیا ڈھانچہ پیش کرتی ہے، وہ دینی زندگی کے تمام شعبوں اور مطالبوں کی خودخانہ پری کرنا چاہتی

ہے۔ وہ اپنے پیروؤں کو جدید نبوت، جدید مرکز محبت وعقیدت، نئی دعوت، نئے روحانی مرکز اور مقدسات، نئے مذہبی شعائر، نئے مقتدا، نئے اکابر، نئی تاریخیں اور شخصیتیں عطا کرتی ہے۔“
(قادیانیت تحلیل وتجزیہ ص:۱۴۲)

اسی وجہ سے فتنۂ قادیانیت دوسرے فتنوں سے کہیں زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہے، یہاں ایمان وکفر سے متعلق بھی کچھ ذکر کرنا مناسب ہے تاکہ قادیانیوں کے بارے میں مسلمان فیصلہ کرسکیں، علامہ حمویؒ ”شرح الاشباہ“ میں تحریر فرماتے ہیں: ”الاِیْمَانُ تَصْدِیْقُ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فِیْ جَمِیْعِ مَا جَاءَ بِهٖ مِنَ الدِّیْنِ ضَرُوْرَۃً، وَالْکُفْرُ تَکْذِیْبُ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فِیْ شَیْءٍ مِمَّا جَاءَ بِهٖ مِنَ الدِّیْنِ ضَرُوْرَۃً۔“ (حموی شرح الاشباہ/ ۲۴۳، بحوالہ اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ/ ۶۲)

”ایمان! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی ان تمام چیزوں کے بارے میں دل سے سچا قرار دینا ہے جن چیزوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً لے کر آئے ہیں، کفر: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی ان چیزوں میں سے کسی ایک چیز میں جھٹلانا ہے جن کو یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔“

”مَنْ أَنْكَرَ شَيْئًا مِنْ شَرَائِعِ الإِسْلَامِ فَقَدْ أَبْطَلَ قَوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔“
(السیر الکبیر/ ۲۶۵، بحوالہ تقابلی مطالعہ/ ۲۶۳)

”جس نے اسلام کی شریعت میں سے کسی ایک چیز کا انکار کردیا تو اس نے یقیناً لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے اقرار کو باطل کردیا۔“ ”لَا خِلَافَ فِيْ تَكْفِيْرِ الْمُخَالِفِ فِيْ ضَرُوْرِيَاتِ الإِسْلَامِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ۔“ (ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ، بحوالہ بالا)

”اسلام کی مخالفت کرنے والے کو کافر قرار دینے میں کوئی اختلاف نہیں اگرچہ وہ ظاہر میں اہل قبلہ میں سے ہو۔“ اس سے واضح ہوچکا کہ قادیانی لوگ عقیدۂ ختم نبوت (جو کہ ضروریات اسلام میں سے بالکل واضح اور کھلا ہوا عقیدہ ہے) کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہیں۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر وہ زندیق ہیں، کیونکہ وہ قرآن وحدیث کے نصوص میں تحریف کرکے انہیں اپنے عقائد کفریہ پر فٹ کرنے کی ناجائز کوشش کرتے ہیں، پس مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ قادیانیوں سے میل جول رکھیں، نہ ان کے یہاں لڑکے یا لڑکی کی شادی کریں، کیونکہ نکاح صحیح ہونے کے لئے زوجین (لڑکے اور لڑکی) میں سے ہر ایک کا مسلمان ہونا شرط ہے اور قادیانی دائرہ اسلام سے خارج (باہر) ہیں۔

اسی طرح مسلمان نہ ان کے جنازوں میں شریک ہوں اور نہ کسی تقریب میں، نہ ان کو اپنے یہاں کسی تقریب میں آنے کی دعوت دیں، نہ ان کے گھر کا کھانا کھائیں نہ ان کے ساتھ تجارت وغیرہ کا معاملہ کریں، نہ ان کا ذبیحہ (ذبح کیا جانور) کھائیں، نہ ان کو مقابر مسلمین (مسلمانوں کے قبرستان) میں دفن ہونے دیں، وغیر ذلک من الاحکام۔

حقیقت تو یہ ہے کہ قادیانیوں کا سب سے بڑا سربراہ (مرزا غلام احمد) نبی یا ولی تو کیا ہوتا وہ تو عام معمولی شریف انسان کے برابر بھی نہیں تھا، بلکہ مہا کذاب، انتہائی درجہ کا بدکردار انسان تھا، جیسا کہ خود مرزائی تصنیفات سے بخوبی واضح ہوتا ہے یہاں صرف اس کی زندگی کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک طرف حدیث میں تو یہ ہے: ”لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ۔“ (ترمذی ۲/ ۱۸۔۱۹)

ترجمہ: ”مومن نہ تو طعن وتشنیع کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت بھیجنے والا نہ سخت گو نہ فحش کلام کرنے والا۔“

دوسری طرف مرزا صاحب کا حال یہ ہے کہ اپنے زمانے کے اکابر علماء ومشائخ (مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) کے لئے ذأب وکلاب، شیطان لعین جیسے الفاظ استعمال کئے، اور اپنے حریف مقابل مولانا سعد اللہ لدھیانوی کے بارے میں وہ الفاظ کہے کہ ایک شریف انسان انہیں پڑھنے، لکھنے سے شرما جائے، عربی داں حضرات کے لئے صرف اصلی اشعار نقل کرنا مناسب ہے:

وَمِنَ اللِّئَامِ أَرَى رُجَيْلاً فَاسِقًا
غُوْلاً لَعِيْنًا نُطْفَةَ السُّفَهَاءِ
شَكِسٌ خَبِيْثٌ مُفْسِدٌ وَمُزَوِّرٌ
نَحْسٌ يُسَمَّى السَّعْدُ فِي الْجُهَلَاءِ
أَذَيْتَنِيْ خُبْثًا فلست بِصَادِقٍ
إِنْ لَمْ تمت بِالْخِزْيِ يَا ابْنَ بِغَاءِ

(ملاحظہ فرمائیں انجام آتھم آخیر دور روحانی خزائن ج/۱۱)

اللہ تعالیٰ فتنۂ قادیانیت سے تمام امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ ۞۞

چاند اور سورج گرہن سے متعلق

قادیانی دھوکا!

تیسری اور آخری قسط

مولانا عبدالحکیم نعمانی

ان دونوں آیات میں پورے مہینے کے چاند پر قمر کا لفظ بولا گیا ہے، خواہ وہ پہلی رات کا چاند ہو یا کسی دوسری تاریخ کا۔ یہی بات آئمہ لغت نے بھی لکھی ہے۔ چنانچہ مشہور لغت کی کتاب ''تاج العروس من جواھر القاموس'' میں لکھا ہے: ''الهِلالُ بِالكَسرِ غُرَّةُ القَمَرِ'' ہلال کہتے ہیں قمر کی ابتدائی صورت کو... آگے لکھا ہے: ''يُسَمَّى القَمَرُ لِلَيلَتَينِ مِنْ أَوَّلِ الشَّهْرِ هِلَالًا'' قمر کا نام مہینے کی پہلی دو راتوں تک ہلال رکھا گیا ہے۔ (تاج العروس من جواھر القاموس، جلد 31 صفحہ 144)

آپ نے دیکھا کہ صاف طور پر لکھا ہے کہ ہلال ''قمر'' کا ہی نام ہے۔ اگر مرزا صاحب کی یہ جاہلانہ منطق ایک منٹ کے لئے تسلیم بھی کرلی جائے کہ ''قمر'' کا اطلاق مہینے کی شروع کی تین راتوں یا سات راتوں کے بعد والے چاند پر ہوتا ہے تو پھر بھی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ چاند گرہن رمضان کی تیرھویں رات کو ہوگا۔ کیونکہ اس جھوٹی روایت میں الفاظ ہیں: ''يَنْخَسِفُ القَمَرُ لِأَوَّلِ لَيلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ'' جس کا ترجمہ ہے کہ ''قمر رمضان کی پہلی رات میں گرہن ہوگا۔'' تو مرزا صاحب کی منطق کے مطابق بھی ''قمر'' کی پہلی رات چوتھی یا آٹھویں شب ہے تو کیا مرزا صاحب کی زندگی میں رمضان کی چوتھی یا آٹھویں شب کو چاند گرہن ہوا؟ اور مرزا صاحب نے ''تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ'' کے بارے میں نہیں بتایا کہ ''شمس''، یعنی سورج کا اطلاق بھی صرف قمری مہینہ کی 27، 28 اور 29 تاریخ کے سورج پر ہی ہوتا ہے یا مہینہ کے نصف اور 14 اور 15 تاریخ کو نکلنے والے سورج کو بھی ''شمس'' ہی کہتے ہیں؟ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک نے واضح فرمادیا کہ چاند کی ہر منزل پر اس کا نام قمر ہے، حتیٰ کہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح باریک ہوجائے، یعنی پہلی رات کا چاند ہو پھر بھی اس کا نام قمر ہے۔

سوال نمبر4: اس روایت میں بیان کی گئی بات کا پورا ہوجانا ثابت کرتا ہے کہ یہ روایت سچی ہے؟ جواب: مرزائی دعویٰ ہی غلط ہے، اس روایت میں بیان کی گئی بات پوری ہوئی، کیا مرزا صاحب کا کوئی پیروکار بتاسکتا ہے کہ اس روایت کے الفاظ کے مطابق رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن اور رمضان کے نصف میں سورج گرہن کب لگا؟ نیز یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں بلکہ عمرو بن شمر جیسے جھوٹے راوی کی گھڑی ہوئی روایت ہے جو اس نے ''محمد بن علی'' کی طرف منسوب کردی۔ روایت نمبر3: قادیانی ایک اور روایت بھی پیش کرتے ہیں اور اس سے باطل استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس روایت میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو امام مہدی کہا گیا ہے۔ لہٰذا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہی امام مہدی ہیں۔ آیئے، پہلے پوری روایت اور اس کا ترجمہ دیکھتے ہیں اور پھر قادیانیوں کے باطل استدلال کا علمی رد کرتے ہیں: ''عن ابی هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: يوشك من عاش منكم أن يلقى عيسى بن مريم اماما مهديا و حكما عدلا، فيكسر الصليب و يقتل الخنزير و توضع الجزية، و تضع الحرب اوزارها۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی امت سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا کہ قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے وہ مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) سے ملے جو ایک ہدایت یافتہ امام اور انصاف کرنے والے حاکم ہوں گے۔ پس آپ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ رکھ دیا جائے گا اور جنگ اپنے ہتھیار پھینک کر ختم ہوجائے گی۔ (مسند احمد حدیث نمبر 9323)

جواب نمبر1: اس روایت میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ''اماما مهديا'' کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، جس کا ترجمہ: ''ہدایت یافتہ امام'' ہے۔ یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہدایت یافتہ امام ہوں گے۔ اگر ان الفاظ کی وجہ سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی ثابت ہوتے ہیں تو انہی الفاظ کی وجہ سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم حضرت امیر معاویہ، حضرت جریر بن عبداللہ، کیوں امام مہدی ثابت نہیں ہوتے، کیونکہ احادیث

میں ان کے لئے بھی ’’مھدیا‘‘ کا لفظ آیا ہے۔

3: جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لئے اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْہُ وَاجْعَلْہُ ھَادِیًا مَھْدِیًّا اے اللہ! گھوڑے کی پشت پر اسے ثبات عطا فرما اور اسے دوسروں کو ہدایت کی راہ دکھانے والا اور خود ہدایت یافتہ بنا۔(بخاری حدیث نمبر 3020)

2: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَھْدِیًّا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ’’اے اللہ! تو ان کو ہدایت دے اور ہدایت یافتہ بنادے۔‘‘(ترمذی حدیث نمبر 3842)

1: خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے لئے ’’عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَھْدِیِّینَ الرَّاشِدِینَ۔‘‘ تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا۔(ابوداؤد حدیث:4607)

اس روایت میں بلکہ کسی بھی صحیح روایت میں تو دور دور تک ذکر نہیں کہ جس امام مہدی کے آنے کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

جواب نمبر 2: اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر تمہاری بات مان کر عیسیٰ علیہ السلام کو ہی امام مہدی مان لیا جائے تو مرزا صاحب تو پھر بھی امام مہدی ثابت نہیں ہوتے کیونکہ مرزا صاحب کی ماں کا نام مریم نہیں بلکہ چراغ بی بی ہے اور اس روایت میں ان عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتایا گیا ہے جو بنی اسرائیل کے رسول تھے اور امت محمدیہ میں دوبارہ حاکم اور خلیفہ کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ ۞۞

شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ

آپ نے مفتی فقیر اللہ رائے پوریؒ (۸؍رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ) کے آنگن میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے تلمیذ رشید اور خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے حفظ قرآن اور ابتدائی کتابیں اپنے والد محترم حضرت مولانا مفتی فقیر اللہؒ سے پڑھیں، دورۂ حدیث شریف جامعہ خیر المدارس جالندھر سے کیا۔ آپ کے استاذ محترم حضرت مولانا خیر محمدؒ نے آپ کو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام پاکستان حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے اجازت حدیث دلوائی۔ مدرسہ فیض محمدی جالندھر میں بیس سال تدریس کی۔ جامعہ قاسم العلوم فقیروالی میں دو سال تک تدریس کی۔ ۱۹۴۹ء سے جامعہ رشیدیہ میں شیخ الجامعہ کی حیثیت سے تشریف لائے اور تادم زیست اس منصب پر فائز رہے۔ درمیان میں ایک سال کے لئے استاذ محترم حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے حکم پر جامعہ خیر المدارس ملتان میں تشریف لے گئے۔ آنجناب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بیس سال تک مرکزی نائب امیر رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہوئے اور نو ماہ تک جیل میں رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم (جو آپ کے شاگرد بھی ہیں) فرماتے ہیں کہ جب آپ جیل سے رہا ہو کر واپس آئے۔ گھر والوں سے حال احوال معلوم کئے تو اہلیہ محترمہ نے کہا کہ جب گرفتاری پر ایک ماہ مکمل ہوا تو مدرسہ والوں نے آپ کا مشاہیرہ بھیجا تو حضرت نے فرمایا کہ آپ نے کیوں لیا؟ اہلیہ محترمہ نے کہا کہ میری پوری بات سنیں! میں نے وہ تنخواہ رکھ لی اور یوں پورے نو ماہ کی تنخواہیں رکھتی رہیں۔ پوچھا کہ گھر کا نظام کیسے چلا؟ تو بتلایا کہ آپ کے شاگردوں میں سے کسی نے آٹا بھیجا اور کسی نے گڑ اور شکر بھیج دی۔ اس طرح گزارا چلتا رہا تو حضرت نے فرمایا کہ آپ کا گزارا اس طرح چلتا رہا، جب کہ مجھے جیل سے کھانا ملتا رہا۔ نیز فرمایا کہ جب میں گرفتار ہوا تو میں نے چھٹی کا ارادہ کر لیا تھا، ہمیں تنخواہ واپس کر دینا چاہئے۔ چنانچہ مولانا نے وہ تنخواہ واپس کر دی۔ مدرسہ والوں کا اصرار تھا کہ ختم نبوت کا تحفظ مدرسہ کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ بات آگے بڑھی اور خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمدؒ بانی جامعہ خیر المدارس ملتان تک پہنچی۔ حضرت موصوف نے جانبین کے دلائل سنے اور فرمایا کہ دلیل تو مضبوط مدرسہ کی انتظامیہ کی ہے، لیکن میری رائے مولانا محمد عبداللہ کے ساتھ ہے اور تنخواہ واپس کر دی۔ اس اجلی اور پاکیزہ سیرت کے حضرات یا کتابوں میں ہیں یا قبروں میں۔ آپ سے ہزاروں علماء کرام نے علوم نبوی حاصل کئے، چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں: معروف تبلیغی بزرگ حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ بانی دار العلوم فیصل آباد، حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ، حضرت مولانا قاضی عبدالکریمؒ کلاچی، حضرت مولانا قاضی عبداللطیفؒ کلاچی، حضرت مولانا فیض احمدؒ سابق مہتمم قاسم العلوم ملتان، محقق العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ سابق مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان، قاری سعید الرحمٰنؒ راولپنڈی، حضرت علامہ غلام رسولؒ بانی جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال، حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ ساہیوال، حضرت مولانا شیخ نذیر احمدؒ بانی جامعہ امدادیہ فیصل آباد، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی فیصل آباد، ابن امیر شریعت حضرت مولانا سیّد ابوذر بخاریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیقؒ، مولانا منظور احمد خیر المدارس ملتان، حضرت مولانا عبدالوحید رائے پوری ڈھڈیاں شریف سرگودھا، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ڈاکٹر رشید احمد جالندھریؒ سابق جسٹس وفاقی شرعی عدالت، حضرت مولانا طارق جمیل، حضرت مولانا بشیر احمد شادؒ چشتیاں، حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ خیرپور ٹامیوالی، حضرت مولانا عبداللطیف شاہ کوٹیؒ سمیت ہزاروں علماء کرام اور مشائخ عزام نے آپ سے اکتسابِ علم کیا۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ آپ بیس سال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر رہے۔ آپ ۲۶؍رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۶؍جون ۱۹۸۵ء افطار کے وقت رحلت فرما ہوئے اور پیر بخاری قبرستان میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت مولانا مفتی فقیر اللہؒ کے قریب مدفون ہیں۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

امتیازات وکمالات

ڈاکٹر مولانا اشتیاق احمد قاسمی

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ چہار دانگ عالم کو ربِ دوجہاں سادات کے فیض سے مستفیض کرنا چاہتے ہیں، ان کے اندر پائی جانے والی پاکیزگی، سلامتی، قُدسیت، روحانیت، نجابت، شرافت، زہد، تقویٰ اور اسلام کے لیے مرمٹنے کا جذبہ پوری دنیا میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں ہجرت سادات کا امتیاز بن کر جھلکتی ہے۔

نسبی امتیاز:

حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت: ۳/شعبان المعظم ۱۲۶۲ھ/ ۲۸/جولائی ۱۸۴۶ء وفات: ۹/ربیع الاول ۱۳۴۶ھ/ ۱۳/ستمبر ۱۹۲۷ء) کا سلسلۂ نسب پینتیس واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ہوتا ہوا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

مولانا مونگیریؒ کا خاندان مدینۂ پاک سے کوفہ، عراق، گیلان (ایران) بخارا، ملتان ہوتا ہوا ہندوستان آیا، مغربی اتر پردیش کے ایک خطہ میں فروکش ہوا جسے لوگ ”کھتولی“ کہتے ہیں جو اصل میں ”خطۂ ولی“ ہے، ولی صفت سادات وہاں تشریف لائے اور اس خطے کو اپنے نور سے منور کیا، یہ خاندان شیخ پورہ کھتولی سے محی الدین پور منتقل ہوا، یہ علاقہ ”ساداتِ بارہہ“ کا ہے، بارہ میں سے گیارہ خاندان شیعہ تھے، صرف ایک خاندان سنی تھا۔ محی الدین پور منتقل ہونے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ سنی ہونے کی وجہ سے اس خاندان کو شیعہ بہت ستاتے تھے، گیارہ خاندانوں میں سے چند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی محنتوں سے شیعیت سے تائب ہوئے۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کو انہیں وہاں بھی رکھنا منظور نہیں تھا؛ چنانچہ وہاں سے کان پور منتقل ہوئے، کافی دن وہاں رہے، پھر خطۂ بہار کو رب العالمین نے ان کے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف فرمایا، مونگیر، بھاگلپور اور ان کے اطراف میں قادیانیوں نے اپنا جال ڈالنا شروع کر دیا تھا، بہت سے لوگ قادیانی ہونے لگے تو حضرت مولانا محمد علیؒ نے مونگیر کو اپنا مستقر بنالیا اور یہیں سے معرفت کے جام بھر بھر کر بانٹنے لگے۔

عرفانی امتیاز:

مولانا مونگیریؒ کے جدامجد حضرت شاہ ابوبکر چرم فروش کا ملفوظ ہے: ”میری نسل کبھی ولایت سے خالی نہ رہے گی“۔ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صادق رہی اور آج تک صادق ہے کہ ولایت اس خاندان میں باقی ہے، ہر پشت میں طریقت و شریعت کے حاملین اور عرفانی شخصیات پائی جاتی ہیں، حضرت مولانا محمد علیؒ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے، حضرت مولانا محمد منت اللہ رحمانیؒ پھر حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے سلوک وتصوف کا سلسلہ جاری رکھا ہے، یہ رب دوجہاں کی بہت بڑی عنایت اور بے انتہا فضل ہے، اللہ کرے یہ سلسلہ آگے بھی چلتا رہے اور اس بابرکت خاندان میں شریعت وطریقت کا امتزاج باقی رہے:

این سلسلہ از طلائے ناب است
این خانہ تمام آفتاب است

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اسی امتیاز کی وجہ سے علم شریعت کے ساتھ علم طریقت کے حصول کی طرف بھی مائل رہے، معقولات سے زیادہ منقولات کی طرف طبیعت راغب تھی، منطق وفلسفہ کو سمجھنے کے باوجود ان میں اپنے لیے حظ نہ پاتے تھے، طریقت کے حصول کے لیے پہلے آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے فیض یافتہ حضرت مولانا کرامت علی قادریؒ سے تعلق قائم فرمایا، دس ماہ بعد موصوف کی وفات ہوگئی تو حضرت اقدس شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کی خدمت میں حاضری دی، اول نظر میں شیخ نے اندر تک جھانک لیا، اپنا قرب عطا فرمایا، سر پر دستار خلافت سجائی، رومال میں دو مٹھی چنا دے کر ارشاد فرمایا: یہ دنیا دے رہا ہوں اور خلافِ معمول پان چبا کر آدھا پان منھ میں دیا کہ یہ معرفت ہے چکھ لو، اللہ نے حضرت مونگیریؒ سے وہ کارہائے

نمایاں لیے جس نے دوسرے خلفاء سے ان کو ممتاز کردیا، چار لاکھ کے قریب لوگ مرید ہوئے، انہوں نے معصیت سے توبہ کی اور اپنے ظاہر و باطن کو درست کیا، حضرت گنج مراد آبادیؒ کی توجہات کا مرکز ’’جامعہ رحمانی‘‘ کی شکل میں آج بھی موجود ہے، اللہ تعالیٰ اس کا سلسلہ دراز فرمائیں! تصوف میں ’’ارشاد رحمانی‘‘ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، آپ کی یہ تصنیف گنجینۂ معرفت ہے۔

علمی امتیاز:

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے بہت سے اساتذہ سے علوم حاصل کیے، ان میں تین اساتذۂ کرام بہت نمایاں ہیں، جن کی شاگردی پر ان کے سارے شاگردوں کو فخر ہوتا تھا اور بعد والوں کو رشک کے سوا چارہ نہیں:

(الف) حضرت مولانا مفتی عنایت احمد کاکوریؒ: صاحب علم الصیغہ کی شخصیت اور ان کے مجاہدانہ کارنامے کو کون نہیں جانتا، تقویم البلدان کا اردو ترجمہ کیا، علم الفرایض آپ کی تصنیف ہے، جزیرہ انڈمان کی جیل میں پانچ کتابوں کا نچوڑ علم الصیغہ لکھی، اس وقت آپ کے پاس مطالعے کی کوئی کتاب نہ تھی۔ مولانا مونگیریؒ کو ’’علم الصیغہ‘‘ خود مصنف سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہے، اس کے علاوہ دیگر کتابیں بھی حضرت نے پڑھائی ہیں، ایک دن استاذ صاحب نے اپنے شاگرد عزیز سے فرمایا: ’’کل کا سبق بہت مشکل ہے، مطالعہ کر کے آیئے‘‘ شاگرد رشید نے خوب مطالعہ کیا، سبق حل ہوگیا، پوری تیاری کے ساتھ درس گاہ میں حاضر ہوئے، استاذ صاحب نے متوجہ ہوکر خود پڑھانا شروع کیا، سبق مشکل تھا طالب علم کے بس سے باہر تھا، خیال ہوا کہ کسی نے حل نہیں کیا ہوگا، سبق کے دوران شاگرد رشید رونے لگے، آنسو دیکھ استاذ صاحب نے پوچھا: کیا بات ہے؟ کیوں رو رہے ہو؟ جواب دیا کہ حضرت میں نے پوری رات مطالعہ کیا اور کتاب حل ہوگئی ہے، حکم ہوا کہ مطلب بیان کیجیے! چنانچہ بڑے اچھے انداز میں مشکل سبق کی ایسی تقریر کی کہ کوئی اشکال باقی نہ رہا۔ اس پر استاذ محترم بہت خوش ہوئے، شاباشی دی اور دعاؤں سے نوازا۔

(ب) حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ: یہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم تھے، مدرسی میں اپنی مثال آپ تھے، اس زمانے کے سارے نامور علماء کو ان سے تلمذ کا شرف حاصل تھا؛ اس لیے ان کو ’’استاذ الاساتذہ‘‘ اور ’’استاذ الہند‘‘ کے دو القاب سے اہلِ علم یاد فرماتے تھے، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے، اس سے بھی حضرت کا امتیاز نمایاں ہوتا ہے۔

(ج) حضرت مولانا احمد علی سہارن پوریؒ: حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے علم حدیث کا حصول مولانا موصوف سے کیا، کتب ستہ کے ساتھ موطین کو دس مہینے رہ کر پڑھا اور سند حاصل کی، مولانا سہارن پوریؒ کی شخصیت ہندوستان کے محدثین میں نمایاں حیثیت کی حامل تھی، بخاری شریف پر حاشیہ آپ کے نمایاں کارناموں میں سے ہے، اس کے علاوہ صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابوداؤد اور مشکوٰۃ المصابیح کی تصحیح و تعلیق کا کام بھی کیا، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے بھی استاذ تھے۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کو اللہ تعالیٰ نے فقہی بصیرت سے خوب نوازا تھا، کہتے ہیں کہ ’’کتاب المسئلہ‘‘ کے نام سے آپ کی فقہی آراء کا ایک ذخیرہ جمع ہے۔ تحقیق و مطالعہ کا شوق اتنا غالب تھا کہ جب کسی مسئلہ کی تحقیق کی نوبت آتی تو دور دراز کا سفر بھی کرتے؛ کبھی لکھنؤ تشریف لے جاتے، کبھی پٹنہ خدا بخش لائبریری جاتے، اہل علم سے مذاکرہ، استفسار اور مناقشہ و مناظرہ بھی کرتے، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے بے تعلقی کے بعد بھی وہاں کے اہلِ علم اور اصحاب فضل سے مراسلاتی روابط باقی رکھے، بعض مسئلوں میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے رائے کا اختلاف بھی تھا۔ میلاد کو خاص شرطوں کے ساتھ جائز مانتے تھے، مثلاً فرماتے کہ میں اس میلاد کا قائل ہوں جو مولانا لطف اللہ صاحب کرتے ہیں، ادھر حضرت گنگوہیؒ علی الاطلاق ناجائز کہتے تھے۔ کتابوں کے ذخیرے بھی خوب جمع فرمائے، مونگیر کا کتب خانہ اس زمانے کا نمایاں کتب خانہ شمار کیا جاتا تھا اور آج بھی اس کا امتیاز باقی ہے۔

ملی امتیاز:

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے قابل فخر کارناموں میں ’’ندوۃ العلماء‘‘ کا قیام ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) شمار کیا جاتا ہے، پھر دو سال بعد ’’دارالعلوم ندوۃ العلماء‘‘ کا تخیل بھی انہوں نے ہی پیش کیا، ’’دارالافتاء ندوۃ العلماء‘‘ بھی قائم ہوا، گیارہ سال تک اس کی نظامت کی ذمہ داری سنبھالی، پھر استعفاء دے کر علیحدہ ہوگئے، ندوہ کا نصاب حضرت مونگیریؒ نے ہی ترتیب دیا تھا،

جدید علوم کے ساتھ قدیم علوم آلیہ کو بھی باقی رکھا تھا، علمِ منطق، فلسفہ، عَروض، تصوف اور اسرارِ شریعت داخل نصاب تھے، مناظرہ میں "رشیدیہ" پڑھانے کی رائے رکھتے تھے، ہر طالب علم کے لیے الگ حجرہ اور یونیفارم طے ہوا تھا، ایک دارالطعام میں طلبہ اور اساتذہ ایک ساتھ بیٹھ کر کھائیں وغیرہ وغیرہ؛ لیکن علامہ شبلیؒ سے آگے چل کر اختلاف ہوگیا وہ قدیم علوم کو بالکلیہ نکال کر کالج کے معیار پر انگریزی علوم کو داخل کرنا چاہتے تھے، یہ بات حضرت مولانا مونگیریؒ کے خواب اور خاکے کے خلاف تھی؛ اس لیے الگ ہوگئے۔ بعض حضرات دردِ گردہ اور ضُعف وغیرہ کی تاویل کرتے ہیں ، یہ مجاملت معلوم ہوتی ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے موجودہ نصاب اور دیگر چیزوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ موجودہ ندوہ ویسا نہیں ہے جیسا مولانا مونگیریؒ چاہتے تھے اور یہ نہ ہی ویسا ہے جیسا علامہ شبلیؒ کی تمنا تھی، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ادارے کے نوک پلک کو خوب سنوارا اور اس پر کافی محنت کی اور ایک خاص رنگ میں رنگا ہے وہی رنگ آج ناظرین کو نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ادارے کے خیر اور فیض کو پھیلائیں، داخلی اور خارجی فتنوں سے محفوظ رکھیں!

دفاعی امتیاز:

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے اندر دفاعِ اسلام کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، جب کبھی کوئی فتنہ سر ابھارتا اُدھر متوجہ ہوتے اور پوری طاقت سے اس کا مقابلہ کرتے۔

(۱) ۱۸۱۳ء میں ایک بل پاس ہوا جس میں باہر ممالک کے عیسائیوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے لیے ہندوستان آنے کی اجازت اور ترغیب دی گئی؛ چنانچہ عیسائیوں نے پورے ہندوستان میں عیسائیت کی دعوت دی، جگہ جگہ مناظرے کا چیلنج کیا، سیرت نبوی پر اعتراضات اور سلاطینِ ہند پر الزامات کا سلسلہ شروع کیا، نئی نسل کو تعلیم اور ترقی کے نام پر راغب کرنے لگے، غریبوں کو مال کا لالچ دینے لگے، مسلمانوں کے لیے ایک اور نئی ترکیب ۱۸۵۸ء میں نکالی گئی کہ اگر کوئی مسلمان عیسائیت قبول کرتا ہے تو بھی اس کو اپنے مسلمان رشتہ دار کا ترکہ ملے گا، اس بل کے پاس ہونے کے بعد پورے ہندوستان میں مسلمانوں کو پریشانی ہوئی، علماء کچھ زیادہ ہی پریشان ہوئے اور اس مشکل سے نکلنے کی ترکیبیں سوچنے لگے، اِدھر دہلی، آگرہ اور مغربی اتر پردیش میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے محاذ سنبھالا، اُدھر لکھنؤ، کانپور اور مشرقی یوپی کی طرف حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے مورچہ سنبھالا، مولانا کیرانویؒ کا ساتھ ڈاکٹر وزیر خان حیدرآبادی نے دیا، وہ انگریزی کتابوں سے براہِ راست حوالے تلاشتے، اس طرح استدلال میں قوت پیدا ہوجاتی، انہوں نے چند مناظروں میں انگریز پادریوں کے دانت کھٹے کردیے، حجاز کے بعد ترکی تک ان کا پیچھا کیا۔

کان پور میں حضرت مولانا کا ساتھ شیخ مولا بخش نے دیا، انہوں نے اصل عیسائی آخذ کے حوالے جمع کیے اور حضرت مولانا مونگیریؒ کو کُمک پہنچائی، مولانا نے "منشورِ محمدی" کے نام سے ایک اخبار نکالنا شروع کیا، مسلسل پانچ سالوں تک عیسائیت کی تردید کی، اسلام کی حقانیت کو واضح کیا، نوجوان علماء کی ٹیم تیار کی، "البرہان لحفظ القرآن، مِرآۃ الیقین، آئینۂ اسلام، ترانۂ حجازی، دفع التلبیسات اور پیغام محمدی" لکھی، آخری تصنیف مولانا کیرانویؒ کی اظہار الحق کی طرح سب سے عمدہ تصنیف ہے، ان تصانیف کے ذریعہ قلمی جہاد کا فریضہ ادا کیا، چار پانچ سال تک اخبار کا سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد اخبار بند ہوگیا۔ یہ ساری خدمات اشارۂ غیبی کے تحت ہوا؛ اس لیے کہ جب فتنہ سر سے اوپر اٹھنے لگا تو ایک رات مولانا مونگیریؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں:

"جاؤ! یہ وقت بیٹھنے کا نہیں، جہاد کرو!"

(۲) جس طرح "ردِعیسائیت" میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں، اسی طرح "ردِقادیانیت" میں بھی آپ نے جی جان کی بازی لگادی، جب مونگیر، بھاگلپور، ہزاری باغ اور بہار کے دیگر اضلاع میں قادیانیوں نے اپنے باطل عقیدے کی تبلیغ شروع کی اور لوگ مرتد ہونے لگے تو مولانا نے مونگیر کو اپنا مرکز بنایا اور زبان وقلم کے ذریعے دفاعِ اسلام میں جہاد کیا، چالیس تا پچاس کتابیں تصنیف فرمائیں، "فیصلہ آسمانی، شہادتِ آسمانی، چشمۂ ہدایت، چیلنج محمدیہ، معیار صداقت، معیار المسیح، حقیقۃ المسیح، تنزیہ ربّانی، آئینۂ کمالات اور مرزانامہ یہ سب مشہور و معروف تصانیف ہیں، ان سب میں اول الذکر تصنیف سب سے عمدہ اور مؤثر ثابت ہوئی، اس طرح الحمدللہ بہار سے قادیانیت کا فتنہ فرو ہوگیا۔ فجزاہ اللہ أحسن الجزاء ۔ ۞

تحریک ختم نبوت..... منزل بہ منزل

قسط:۱۵

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

قادیانیوں کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ کرنے کا حکم:

لاہور.... حکومت نے ڈپٹی کمشنروں کو ہدایت کی ہے کہ قادیانیوں کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ ہونے دیا اور ایسے انتظامات کئے جائیں کہ کوئی قادیانی مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ ہوسکے۔ اس سلسلہ میں بلدیاتی اداروں اور قبرستانوں کو کنٹرول کرنے والے افراد اور اداروں کو سخت ہدایات دی جائیں اور حکومت نے قادیانیوں کو اپنے مردے علیحدہ دفن کرنے کے لئے علیحدہ اراضی فراہم کرنے کی ہدایات کر دی ہیں، یہ ہدایات تحریک ختم نبوت کی طرف سے پیش کی جانے والی یادداشت کے بعد دی گئی ہیں۔(جنگ لاہور، ۷رفروری ۱۹۸۸ء)

قادیانی ایک عرصہ سے شرارت کرتے چلے آرہے ہیں کہ جب ان کا کوئی فرد مرتا ہے تو اسے شرارتاً وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دبا دیتے ہیں۔ جس سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوتا ہے، چنانچہ کئی ایک مقامات پر ان کی میتیں مسلمانوں کے قبرستانوں سے نکلوائی گئیں۔ دیر آید درست آید، حکومت کو خیال آ گیا اور ڈپٹی کمشنرز کو ہدایات جاری کردی گئیں کہ وہ قادیانیوں کے مرگھٹ علیحدہ بنائیں۔ جب قادیانی مسلمانوں کو اپنے قبرستانوں میں تدفین کی اجازت نہیں دیتے تو ہمارے قبرستانوں میں اپنے مردے کیوں دباتے ہیں؟

امریکی قونصل جنرل ربوہ میں:

روزنامہ جسارت کراچی ۲۴رفروری نے پی پی آئی کے حوالہ سے خبر دی ہے کہ: ”امریکی قونصل جنرل البرٹ تھیپالٹ نے گزشتہ روز ربوہ کا دورہ کیا اور سرائے محبت کے احمدیہ گیسٹ ہاؤس میں جماعت احمدیہ کے راہنماؤں سے ڈیڑھ گھنٹہ ملاقات کی ان راہنماؤں میں مرزا منصور احمد، مرزا غلام احمد، مقصود احمد خان، چوہدری حمید اللہ خان اور حمید نصر اللہ خان شامل ہیں۔“

(روزنامہ جسارت کراچی، ۲۴رفروری ۱۹۸۸ء)

امریکی قونصل جنرل قادیانی جماعت لاہور کے امیر کی دعوت پر ربوہ آیا، اور ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات کے بارہ میں افواہ یہی ہے کہ اس میں قادیانیوں نے اپنے آقا امریکا کو مسلمانوں اور حکومت پاکستان کے خلاف درخواست دی ہوگی کہ ہمارے اوپر قسم قسم کی پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ جس سے ہمارے حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ یہ تو ہر انسان جانتا ہے کہ قادیانیت مغربی استعمار کا پودا ہے جو پوری دنیا میں مغرب کے حقوق کی پاسداری کرتا ہے اور ان کا تعلق براہِ راست امریکن سی آئی اے سے ہے۔ اسی وجہ سے امریکا نے اپنے لے پالک ٹولے کی حمایت کھل کر کی ہے۔ گزشتہ دنوں امریکی سینیٹ کی خارجہ تعلقات کی کمیٹی نے پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد کے لئے قرارداد میں ایک شرط یہ رکھی: ”امریکی صدر ہر سال اس مفہوم کا سرٹیفکیٹ جاری کریں گے کہ حکومت پاکستان اقلیتوں مثلاً احمدیوں کی مکمل شہری اور مذہبی آزادیاں نہ دینے کی روش سے باز آ رہی ہے اور ایسی سرگرمیاں ختم کر رہی ہے، جو مذہبی آزادیوں پر قدغن عائد کرتی ہیں۔“ (مضمون ارشاد احمد حقانی، روزنامہ جنگ لاہور، ۵رمئی ۱۹۸۷ء)

امریکا کو قادیانیوں کے مذہبی حقوق اور شہری آزادیاں تو یاد آتی ہیں، لیکن فلسطین میں یہودی مظالم اسے نظر نہیں آتے۔

سیالکوٹ ختم نبوت کانفرنس:

آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۱۷رفروری ۱۹۸۸ء یوم اسلم قریشی کے سلسلہ میں سیالکوٹ میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ درج ذیل قراردادیں منظور کی گئیں:

(۱) اسلم قریشی کیس کے سلسلہ میں

حکومت کی سردمہری، تساہل پسندی، لاپرواہی کی پُرزور مذمت کرتا ہے اور حکومت کو یاد دلاتا ہے کہ ۱۶ر فروری ۱۹۸۶ء کو وزیر اعظم جناب محمد خان جونیجو نے مجلس عمل کی مذاکراتی ٹیم سے جو وعدہ کیا تھا، پورا کیا جائے۔

(۲) علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی کی المناک شہادت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کرتا ہے کہ مدعیان کی نشاندہی کے مطابق ملزمان کو شامل تفتیش کیا جائے اور جرم ثابت ہونے پر قرار واقعی سزا دی جائے۔

نیز یہ اجتماع مولانا احسان اللہ فاروقیؒ کے بہیمانہ قتل پر بھی گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے اصل مجرمان کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا کا مطالبہ کرتا ہے۔

نیز عظیم مہر شہید، سلیم مہر شہید جو قادیانی بربریت کا شکار ہوئے، ان کے ملزموں کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کرتا ہے، نیز مذکورہ بالا شہداء کی مغفرت کی دعا کرتا ہے۔

(۳) ربوہ کے باسیوں کو مالکانہ حقوق دینے کا حکومت سے مطالبہ کرتا ہے۔

(۴) قادیانی اوقاف کو قومی تحویل میں لینے کا مطالبہ کرتا ہے۔

(۵) فوج اور سول کی کلیدی اسامیوں پر فائز قادیانیوں کی علیحدگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ بالخصوص اینٹی ٹیکنالوجی کے مراکز سے قادیانیوں کی علیحدگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ (ہفت روزہ ختم نبوت کراچی، ۲۵ تا ۳۱ر مارچ ۱۹۸۸ء)

کہروڑ پکا میں ختم نبوت کانفرنس:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامعہ باب العلوم میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کی سرپرستی میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی پانچ نشستیں ہوئیں۔ مختلف نشستوں سے مولانا محمد یوسف بہاولپوری، جامعہ اسلامیہ بورے والا کے مہتمم مولانا عبدالرحیم نعمانی، مولانا عبدالمجید انور ساہیوال، مولانا شیخ نذیر احمد فیصل آباد، مولانا فیض احمد ملتان، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عبدالکریم ندیم خان پور، مولانا اللہ وسایا ملتان، مولانا عبیدالرحمٰن ضیاء کمالیہ، مولانا عبدالغفور حقانی، مولانا خالد محمود مدنی، مولانا محمد قاسم رحمانی، مولانا غلام یٰسین خیرپوری، مولانا محمد موسیٰ لودھراں، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا عبدالرحیم اشعر و دیگر علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔ علمائے کرام نے عقیدۂ ختم نبوت کی حقانیت کو بیان کیا اور قادیانیت کے دجل وفریب کا پردہ چاک کیا۔ علمائے کرام نے کہا کہ وہ دن دور نہیں جب قادیانیت کا وجود حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا۔ اس دوران بخاری شریف کی آخری حدیث کا سبق شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد بانی جامعہ امدادیہ فیصل آباد نے پڑھایا۔ شیوخ حدیث مولانا عبدالمجید انور، مولانا فیض احمد نے علوم نبوت اور احادیث نبویہ کی اہمیت پر اسباق پڑھائے اور حجیت حدیث پر لیکچر دیئے۔ آخری نشست کی صدارت قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے فرمائی، جبکہ مہمان خصوصی جامعہ کے مہتمم شیخ غلام محمد عباسی تھے۔ آخری نشست سے مولانا فضل الرحمٰن خلیل، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا حق نواز جھنگوی نے خطاب فرمایا۔ کانفرنس میں ہزاروں مسلمانوں نے جوش و جذبہ کے ساتھ شرکت کی۔

اجلاس میں جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی مولانا حامد میاںؒ کے رفعِ درجات اور مغفرت کی دعا کی گئی اور کہا کہ پانچ سال سے زائد عرصہ ہو رہا ہے کہ مولانا محمد اسلم قریشی کو تلاش کرنے میں پولیس ناکام رہی ہے۔ ان کی بازیابی کا مطالبہ کیا گیا۔

سکھر اور ساہیوال کیسز کے مجرموں کو دی گئی سزائے موت پر عمل درآمد کا مطالبہ کیا گیا۔ نیز شاہی مسجد شجاع آباد کے خطیب مولانا قاضی عبداللطیف اخترؒ کے جواں سال صاحبزادہ شمس العارفین کے اغوا کی بھی مذمت کی گئی، نیز ان کی بازیابی کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ (ہفت روزہ ختم نبوت کراچی، ۸ تا ۱۴ر اپریل ۱۹۸۸ء) (جاری ہے)

اپنی تجارت کو فروغ دیں

انٹرنیشنل ہفت روزہ ختم نبوت میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ یہ ہفت روزہ تمام یورپی ممالک امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا، افریقا، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ اور ایشیائی ممالک میں ترسیل کیا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے سے آپ کی تجارت کو ان شاء اللہ! فروغ ملے گا اور ساتھ شفاعت نبوی کا یہ بہترین ذریعہ ہوگا۔ اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر اپنا نام غلامانِ ختم نبوت میں دیں۔ جزاک اللہ واحسن الجزاء! (ادارہ)

قادیانی تحریک... تاریخی پس منظر

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

انیسویں صدی عیسوی میں برصغیر ہند میں جن فتنوں نے سر ابھارا اور امت مسلمہ کی اندرونی صفوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی ان میں سے ایک فتنۂ قادیانیت ہے۔ پوری امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ پر نبوت ختم ہوگئی۔ اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہ اب تک آیا ہے نہ قیامت تک آئے گا۔ اس کے برخلاف قادیانیت نے ایک نئی نبوت کا تصور پیش کر کے امت کے اس متفقہ عقیدہ پر شب خون مارنے کی کوشش کی ہے۔ یہ تصور پیش کرنے والے صوبۂ پنجاب، ضلع گورداس پور کی بستی 'قادیان' سے تعلق رکھنے والے مرزا غلام احمد (1839ء-1908ء) تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں پائی۔ طب کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، جو طبیب تھے۔ دینی علوم تفسیر و حدیث وغیرہ کا مطالعہ خود کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد چار سال سیال کوٹ میں محرّری کی۔ اس زمانے میں عیسائی مشنریاں اور آریہ سماجی مبلّغین اسلام اور پیغمبرِ اسلام پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے اور مسلمان اپنے سیاسی و تہذیبی زوال کی وجہ سے دفاعی پوزیشن میں تھے۔ مرزا صاحب نے دیگر مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کثرت سے کیا، جس کے نتیجے میں انہیں اتنی معلومات حاصل ہوگئیں کہ وہ دیگر مذاہب کے مبلغین سے مناظرے کرے، جس میں وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کا بھرپور دفاع کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کا ایک مشہور مناظرہ آریہ سماجی لیڈر 'مرلی دھر' کے ساتھ مارچ 1886ء میں ہوا تھا۔ اس مناظرہ کی تفصیل مرزا صاحب کی کتاب 'سرمہ چشم آریہ' میں موجود ہے۔

مرزا صاحب کی عملی زندگی کو تین مراحل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: پہلا مرحلہ 1879ء سے 1890ء تک کا ہے۔ اس کا آغاز 'براہینِ احمدیہ' کی تالیف سے ہوتا ہے۔ 1884ء تک اس کے چار اجزاء منظرِ عام پر آچکے تھے۔ اس مرحلہ میں مرزا صاحب نے دیگر مذاہب و فرَق کا رد کیا۔ اسلام کی برتری جتائی۔ قرآن کے اعجاز اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا اثبات کیا۔ کسی نئی نبوت اور وحی کے آنے کا انکار کیا۔ البتہ اس مرحلہ میں ان کی تحریروں میں الہامات، منامات، خوارق، کشوف وغیرہ کی کثرت ملتی ہے۔ ان کی خدمتِ دفاعِ اسلام کی وجہ سے علماء نے ان کی بعض ان کم زوریوں کو نظر انداز کیا جن کا اظہار ان کی تحریروں میں ہونے لگا تھا۔

دوسرا مرحلہ 1891ء سے 1900ء تک کا ہے۔ اس مرحلہ میں انہوں نے 'مسیحِ موعود' اور 'مسیحِ منتظر' ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس دوران شائع ہونے والی اپنی کتابوں مثلاً 'فتح اسلام' 'توضیح مرام' اور 'ازالہ اوہام' وغیرہ میں انہوں نے صراحت سے لکھا ہے کہ ان کے اندر 'مسیح' کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ احادیث میں جس مسیح کی آمد کا تذکرہ ہے وہ انہی کی ذات ہے۔

تیسرا مرحلہ 1901ء سے 1908ء تک کا ہے۔ اس مرحلہ میں انہوں نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اپنے رسالے 'حقیقۃ الوحی' (1901ء) میں لکھا کہ وہ صاحبِ شریعت مستقل نبی ہیں۔ صاحبِ شریعت ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ اس کے تمام احکام نئے ہوں۔ دعویٰ نبوت کی متعدد تصریحات مرزا صاحب کی کتاب 'براہین احمدیہ جلد پنجم (1905ء) اور دیگر تصانیف میں موجود ہیں۔

مرزا غلام احمد کی وفات (1908ء) کے بعد حکیم نورالدین بھیروی (پ: 1841ء) خلیفۂ اول بنائے گئے۔ ان کا زمانۂ خلافت چھ سال ہے۔ 1914ء میں ان کی وفات کے بعد قادیانیت دو گروہوں میں بٹ گئی۔ ایک قادیانی جماعت، جس کی سربراہی مرزا صاحب کے صاحب زادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (م 1965ء) نے کی۔ یہ جماعت مرزا غلام احمد کی نبوت کی قائل ہے۔ دوسرے لاہوری جماعت، جس کے سربراہ محمد علی لاہوری (م 1951ء) مقرر ہوئے۔ یہ

جماعت مرزا صاحب کو مسیحِ امت، مسیح موعود، مجدّدِ اسلام، اور مہدی ٔ منتظر مانتی ہے، نبی نہیں مانتی۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی جانب نبوت کے جو دعوے منسوب ہیں وہ تعبیرات ومجازات کے قبیل سے ہیں۔

ختمِ نبوت امت کا متفقہ عقیدہ ہے، اس لئے فتنہ قادیانیت کے سرابھارتے ہی علماء کرام نے اس کا نوٹس لیا اور ابتداء ہی میں اس کی سرکوبی کی کوشش کی۔ چناں چہ اپریل 1918ء میں ایک استفتاء پر ہندوستان کے تمام قابلِ ذکر دینی مراکز اور اداروں کے علماء نے قادیانیوں کی تکفیر کا فتویٰ دیا۔ فروری 1935ء میں بہاول پور کی عدالت نے قادیانیت کو کافر اور خارج از اسلام فرقہ قرار دیتے ہوئے ایک نکاح کو فسخ کردیا جس میں شوہر قادیانی ہوگیا تھا۔ جنوری 1953ء میں پاکستان کی تمام دینی جماعتوں اور تنظیموں کے 33 سربراہان نے کراچی میں جمع ہو کر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ حکومت نے اس وقت علماء کا یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا اور ان پر مظالم ڈھائے۔ اپریل 1974ء میں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے تحت منعقدہ ایک کانفرنس میں پوری دنیا کی 144 دینی تنظیموں اور جماعتوں کے نمائندے شریک ہوئے اور اس میں قادیانیوں کی تکفیر کی متفقہ قرار داد منظور کی۔ بالآخر 7/ستمبر 1974ء کو پاکستان اسمبلی نے اپنے متفقہ فیصلے میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔

قادیانیت کے علمی رد کے سلسلہ میں بھی علمائے اسلام نے اہم خدمت انجام دی ہے۔

۞۞.........۞۞

مولانا محمد رشیدؒ، بہاولپور

مولانا محمد رشید حیات پور دارالعلوم مدنیہ بہاولپور کے صاحبِ علم وفضل اساتذۂ کرام میں سے تھے۔ کریما نام حق سے لے کر بخاری شریف تک تمام اسباق دارالعلوم مدنیہ میں پڑھے۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں بانی دارالعلوم حضرت مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیفؒ، حضرت مولانا سعید الرحمٰنؒ (جو ہمارے مجلس کے ایک سابق امیر الحاج محمد ذکراللہؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل پوری زندگی مفت تعلیم وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے) مولانا لطافت الرحمٰنؒ (اسلامیہ یونیورسٹی سے ریٹائر ہوئے تو مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوریؒ نے انہیں دارالعلوم مدنیہ میں استاذ رکھ لیا، فاضل اجل عالم دین تھے۔ شیخ التفسیر حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے) مولانا قاری رشید احمد نقشبندیؒ (سابق امام وخطیب جامع مسجد الصادق بہاولپور)، مولانا محمد حنیفؒ، مولانا مفتی عطاء الرحمٰنؒ (ہمارے سابق مرکزی ناظم تبلیغ حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ کے فرزند ارجمند) سے دس سال تک علوم اسلامیہ کی تحصیل کی۔ فراغت کے بعد دارالعلوم مدنیہ میں استاذ مقرر کر دیئے گئے۔ شاید ہی کوئی کتاب ہو جو آپ نے نہ پڑھائی ہو۔ احادیث نبویہ سمیت تمام علوم اسلامیہ کی کتب کی تدریس کی۔ انتہائی متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ہمارے جیسے خدام کے ساتھ بہت ہی محبت فرماتے تھے۔ اپنی تنخواہ میں ہر ماہ چار ہزار روپے مجلس کے فنڈ میں جمع کراتے۔ ۲۱/نومبر ۲۰۲۵ء کو انتقال فرمایا۔ آپ کے ہم سبق مولانا محمد صادق جمال پوری نے آپ کی نماز جنازہ کی امامت کی اور دوسری نماز جنازہ حیات پور میں ادا کی گئی اور آپ کو حیات پور کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے سوگوار چھوڑے۔ اللہ پاک آپ کی قبر وحشر کی منزل آسان فرمائیں۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد آپ کے لئے انشاءاللہ صدقہ جاریہ ثابت ہوں گے۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

REGD. SS. 160

مطبوعات ..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	رعایتی قیمت
1	محاسبہ قادیانیت: جلد نمبر 01 تا 36	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	14400
2	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	حضرت مولانا پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	600
3	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	500
4	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	600
5	مجموعہ کتب حیات الانبیاء علیہم السلام (17 جلدیں)	متعدد حضرات کے مجموعہ کتب ورسائل	7500
6	تحریک ختم نبوت (10 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	4500
7	مقدمہ مرزائیہ بہاولپور (3 جلدیں)	جج محمد اکبر خان صاحب	1000
8	قومی اسمبلی میں بحث پر مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1500
9	مجموعہ رسائل ردقادیانیت جلد اول	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	350
10	مجموعہ رسائل ردقادیانیت جلد دوم	رسائل اکابرین	350
11	فتاویٰ ختم نبوت (3 جلدیں)	حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ	1200
12	قادیانی شبہات اوران کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	600
13	خطبات شاہین ختم نبوت (دوجلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	700
14	اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ	حضرت مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ	300
15	تذکرہ مجاہدین ختم نبوت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	350
16	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	300
17	فتنہ گوہر شاہی	مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ / مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب	200
18	قادیانیت کا تعاقب	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب / مولانا قاضی احسان احمد صاحب	250
19	سیدہ فاطمہؓ	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	250
20	تحفۂ قادیانیت (6 جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ	1800
21	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	300
22	مولانا ظفر علی خان اور فتنہ قادیانیت	جناب محمد متین خالد صاحب	400
23	قادیانیت (مطالعہ وجائزہ)	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	250
24	ایک ہفتہ شیخ الہند کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	250
25	ختم نبوت ڈائری 2026ء	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان	350
26	ختم نبوت کیلنڈر 2026ء	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان	150
27	خلفائے راشدین اور اہل بیتؓ کے باہمی تعلقات	علامہ زمخشریؒ / مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ	100
28	نشان منزل	محترمہ خنساء امین صاحبہ	200
29	ختم نبوت کورس	جناب مفتی مصطفیٰ عزیز صاحب	350

نوٹ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطۂ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں۔